عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

هفت روزہ

ختم نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY **KHATM-E-NUBUWWAT** KARACHI PAKISTAN

جلد:۲۱ | ۱۵ تا ۲۱/شوال المکرم ۱۴۲۳ھ بمطابق ۲۰ تا ۲۶/دسمبر ۲۰۰۲ء | شمارہ:۳۰

قیمت: ۷ روپے

موجودہ عہد زوال کے لئے اسلامی ہدایات

علماء حق نے وراثت نبوّت کا حق کس طرح ادا کیا؟

زوال پذیر مغرب اور اسلام

سامراجیت کا نیا فلسفہ

Email: editorkn@yahoo.com

Website: http://www.khatme-nubuwwat.org

گناہ کی توبہ اور معافی:

س:......ایک بچہ مسلمان گھر میں پیدا ہوتا ہے اور اسی گھر میں پل کر جوان ہوتا ہے۔ اس کے دل میں دین کی محبت بھی ہوتی ہے لیکن شیطان کے بہکانے پر گناہ بھی کرلیتا ہے حتیٰ کہ وہ گناہ کبیرہ میں ملوث ہوجاتا ہے لیکن گناہ کبیرہ کرنے کے بعد اس کے دل کو سخت ٹھوکر لگتی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوکر توبہ کرلیتا ہے اور سچی توبہ کرلیتا ہے۔ کیا اس کی توبہ قبول ہوسکتی ہے یا نہیں جبکہ اس کو شرعی سزا دنیا میں نہ دی جائے اور نہ اس کے اقبال جرم کے علاوہ گناہ کا کوئی ثبوت موجود ہو۔

ج:...... آدمی سچی توبہ کرلے تو اللہ تعالیٰ گناہگار کی توبہ قبول فرماتے ہیں اور جس شخص سے کوئی گناہ سرزد ہوجائے اور کسی بندے کا حق اس سے متعلق نہ ہو اور کسی کو اس گناہ کا پتہ بھی نہ ہو تو اس کو چاہئے کہ کسی سے اس گناہ کا اظہار نہ کرے بلکہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں توبہ واستغفار کرے۔

توبہ سے گناہ کبیرہ کی معافی:

س:...... کیا توبہ کرنے سے تمام کبیرہ گناہ معاف ہوجاتے ہیں؟ اگر معاف ہوجاتے ہیں تو کیا قتل بھی معاف ہوجاتا ہے کیونکہ قتل کا تعلق حقوق العباد سے ہے؟ اس مسئلہ پر یہاں پر بعض مولانا صاحبان اس کے قائل ہیں کہ توبہ سے قتل بھی معاف ہوجاتا ہے لیکن بعض کہتے ہیں کہ قتل حقوق العباد میں سے ہے، حقوق اللہ تو معاف ہوجاتے ہیں لیکن حقوق العباد معاف نہیں ہوتے۔ اس سلسلے میں آپ وضاحت فرمائیں۔

ج:......قتل ناحق ان سات کبیرہ گناہوں میں سے ایک ہے جن کو حدیث میں "ہلاک کرنے والے" فرمایا ہے، یہ حق اللہ بھی ہے اور حق العبد بھی، تاہم جس سے یہ کبیرہ گناہ سرزد ہوگیا ہو اس کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہئے، اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے اور ہمیشہ مانگتا رہے۔ مگر چونکہ اس قتل سے حق العبد بھی متعلق ہے اس لئے مقتول کے وارثوں سے معاف کرانا بھی ضروری ہے۔

اپنے گناہوں کی سزا کی دعا کے بجائے معافی کی دعا مانگیں:

س:......مجھ پر اپنے گناہوں کی زیادتی کی وجہ سے جب بھی رقت طاری ہوجاتی ہے تو بے اختیار دعا کرتی ہوں کہ خدا مجھے سزا دیدے۔ کیا مجھے ایسی دعا کرنا چاہئے؟ یا یہ غلط ہے؟

ج:......ایسی دعا ہرگز نہیں کرنی چاہئے بلکہ یہ دعا کرنی چاہئے کہ خواہ میں کتنی گناہگار ہوں، اللہ تعالیٰ مجھے معاف فرمائیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اتنی وسیع ہے کہ ان کی رحمت کا ایک چھینٹا دنیا بھر کے گناہوں کو دھونے کے لئے کافی ہے اور پھر اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرنا کہ وہ مجھے گناہوں کی سزا دے، اس کے معنی ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کی سزا کو برداشت کرسکتے ہیں۔ توبہ......توبہ......ہم تو اتنے کمزور ہیں کہ معمولی تکلیف بھی نہیں سہار سکتے، اس لئے اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ عافیت مانگنی چاہئے۔

بار بار توبہ اور گناہ کرنے والے کی بخشش:

س:......آپ سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ دنیا میں کئی ایسے مسلمان بھی ہیں جو پنج وقتہ نماز قائم کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ ایسے صغیرہ کبیرہ گناہ کرتے ہیں جن کو اسلام منع کرتا ہے اور پھر یہ لوگ گناہ کرکے توبہ کرتے ہیں، اور پھر دوبارہ وہی کام کرتے ہیں جس سے توبہ کی تھی اور یہ سلسلہ یونہی چلتا رہتا ہے۔ میں آپ سے یہ پوچھتا ہوں کہ ایسے لوگوں کا جن میں، میں بذات خود بھی شامل ہوں، روز قیامت میں کیا حشر ہوگا؟

ج:......گناہ تو ہرگز نہیں کرنا چاہئے، ارادہ یہی ہونا چاہئے کہ کوئی گناہ نہیں کروں گا، لیکن اگر ہوجائے تو توبہ ضرور کرلینی چاہئے۔ اگر خدانخواستہ دن میں ستر بار گناہ ہوجائے تو ہر بار توبہ بھی ضرور کرنی چاہئے، یہاں تک کہ آدمی کا خاتمہ توبہ پر ہو، ایسا شخص مغفور ہوگا۔

کیا بغیر سزا کے مجرم کی توبہ قبول ہوسکتی ہے:

س:......کیا بغیر سزا کے اسلام میں توبہ ہے؟ مثلاً اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کو دیکھیں تو کئی واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے مجرم کو سزا کا حکم دیا، پھر اس کی مغفرت کے لئے دعا کی۔

ج:......اگر مجرم کا معاملہ عدالت تک نہ پہنچے اور وہ سچے دل سے اللہ تعالیٰ کے سامنے توبہ کرلے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرنے والے ہیں لیکن عدالت میں شکایت ہوجانے کے بعد سزا ضروری ہوجاتی ہے، بشرطیکہ جرم ثابت ہوجائے۔ اس صورت میں توبہ سے سزا معاف نہ ہوگی، اس لئے اگر کسی سے قابل سزا گناہ صادر ہوجائے تو حتی الوسع اس کی شکایت حاکم تک نہیں پہنچانی چاہئے، اس پر پردہ ڈالنا چاہئے اور اس کی توبہ قبول کرنی چاہئے۔

http://www.khatme-nubuwwat.org

ہفت روزہ

ختم نبوۃ

سرپرست اعلیٰ
حضرت خواجہ خان محمد مدظلہ

سرپرست
حضرت سید نفیس الحسینی دامت برکاتہم

مدیر اعلیٰ
مولانا عزیز الرحمن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ
مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر
مولانا اللہ وسایا

جلد:۲۱ | ۱۵تا۲۱/شوال المکرم۱۴۲۳ھ بمطابق ۲۰تا۲۶/دسمبر۲۰۰۲ء | شمارہ:۳۰

بیاد

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ

مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ

مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ

محدث العصر مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ

فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ

شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ

امام اہل سنت حضرت مولانا مفتی احمد الرحمنؒ

حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ

مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ

مجلس ادارت

مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر
مولانا عبدالرحیم اشعر
علامہ احمد میاں حمادی
مولانا نذیر احمد تونسوی
مولانا منظور احمد الحسینی
مولانا سعید احمد جلال پوری
صاحبزادہ طارق محمود
مولانا محمد اسمٰعیل شجاع آبادی

سید اطہر عظیم
سرکولیشن منیجر: محمد انور رانا
ناظم مالیات: جمال عبدالناصر شاہد
قانونی مشیران: حشمت حبیب ایڈووکیٹ منظور احمد میو ایڈووکیٹ
ٹائٹل ڈیزائن: محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان

اس شمارے میں

اداریہ 4

موجودہ عہد زوال کے لئے اسلامی ہدایات 6
(اختر امام عادل)

علماء حق نے وراثت نبوت کا حق کس طرح ادا کیا 15
(مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ)

زوال پذیر مغرب اور مستقبل اسلام 19
(مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی)

سامراجیت کا نیا فلسفہ 22
(مولانا ڈاکٹر رشید ندوی)

''آسانی نکاح'' کا انجام 25
(ابوالقاسم مولانا رفیق دلاوریؒ)

زر تعاون اندرون ملک

فی شمارہ: ۷ روپے
ششماہی: ۱۷۵ روپے سالانہ: ۳۵۰ روپے
چیک یا ڈرافٹ بنام ہفت روزہ ختم نبوت
اکاؤنٹ نمبر 8-363 اور اکاؤنٹ نمبر 2-927
الائیڈ بینک بنوری ٹاؤن برانچ کراچی پاکستان ارسال کریں

زر تعاون بیرون ملک

امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا: ۹۰ ڈالر
یورپ، افریقہ: ۷۰ ڈالر
سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت،
مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۶۰ امریکی ڈالر

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ کراچی۔ فون: ۷۷۸۰۳۳۷ فیکس: ۷۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A. Jinnah Road, Karachi
Ph: 7780337 Fax:7780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۵۱۴۱۲۲۔۵۸۳۴۸۶ فیکس: ۵۴۲۲۷۷
Hazoori Bagh Road, Multan.
Ph: 583486-514122 Fax: 542277

لندن آفس:
35,Stockwell Green,
London, SW9 9HZ U.K.
Ph: 0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری طابع: سید شاہد حسن مطبع: القادر پرنٹنگ پریس مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

ختم نبوة

اداریہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قادیانی..................استعمار کے ایجنٹ

مرزا غلام احمد قادیانی نے جس وقت اپنے آقاؤں کے حکم پر نبوت کا دعویٰ کیا اس وقت اسے یہ یقین دہانی تو یقیناً کرائی گئی ہوگی کہ اس کی جھوٹی نبوت کے فروغ کے لئے تمام سرکاری مشینری استعمال کی جائے گی اور حکومت وقت اپنی تمام تر کوششیں اس کی نبوت کے تحفظ اور اسے ہندوستان بھر میں پھیلانے کے لئے استعمال کرے گی' کیونکہ اس وقت اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے اور امت مسلمہ کا رشتہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عالی سے کاٹنے کے لئے حکومت وقت کو مرزا غلام احمد لعین قادیانی کی نبوت کاذبہ کی اشد ضرورت تھی لیکن یہ بات شاید خود مرزا اور اس کے آقا کے وہم وگمان میں بھی نہ ہوگی کہ تقریباً ایک صدی بعد ایک وقت ایسا بھی آئے گا جب ایک بار پھر اسلام اور مسلمانوں کے مقابلہ پر اسی نبوت کاذبہ کو سامنے لانے کی ضرورت پیش آئے گی اور دنیا بھر میں جہاں جہاں اسلام اور مسلمانوں میں جذبہ حریت کے آثار پائے جاتے ہونگے وہاں ان آثار کے خاتمہ کے لئے اسی نبوت کاذبہ کو میدان عمل میں لانا پڑے گا۔ اس حقیقت کا ادراک مرزا غلام احمد قادیانی کی موت کے تقریباً ۹۴ سال بعد مرزا غلام احمد کے پوتے اور قادیانیوں کے موجودہ سربراہ مرزا طاہر کے دور میں اس طرح ہوا ہے کہ گزشتہ دنوں بعض اخبارات میں شائع ہونے والی خبروں کے مطابق دنیا کے جن خطوں میں مسلم حریت پسند پائے جاتے ہیں وہاں قادیانیت کے فروغ کی باقاعدہ منصوبہ بندی کی جارہی ہے تاکہ ان خطوں سے مسلم حریت پسندی کے اثرات کا مکمل خاتمہ کیا جاسکے۔

قادیانیت اپنے آقا کا خود کاشتہ پودا ہے جسے اس نے اسلام کی جڑیں کاٹنے کے لئے سرزمین برصغیر میں کاشت کیا تھا۔ عقیدۂ ختم نبوت' نزول مسیح اور فریضۂ جہاد کے انکار پر اپنی جھوٹی نبوت اور اپنے مذہب باطلہ کی بنیاد رکھنے والے مرزا غلام احمد قادیانی کو دعویٰ نبوت کے لئے کھڑا کرنے کا بنیادی مقصد یہی تھا کہ برصغیر میں مسلم حریت پسندی کا انسداد کیا جاسکے۔ چونکہ یہ ملک مسلمانوں سے چھینا گیا تھا' اور مسلمان بنیادی طور پر ایک حریت پسند قوم ہیں جو کسی دوسری قوم کی غلامی میں رہنا پسند نہیں کرتے' اس لئے انہیں اپنے زیر تسلط رکھنے کے لئے ضروری تھا کہ ان کے قومی تشخص کے اتنے حصے بخرے کئے جائیں کہ جب ان کے قومی تشخص پر حرف آئے تو وہ اس حصے بخرے کے چکر میں الجھ کر رہ جائیں' ان کے باہمی اختلافات انہیں کبھی متحد نہ ہونے دیں اور اس طرح وہ منظم انداز سے آزادی کی جدوجہد کرنے سے معذور ہوجائیں۔

یہ وہ عوامل تھے جن کی بنیاد پر اسلام کو نقصان پہنچانے کے لئے اس بات کی ضرورت پیش آئی کہ اسلام کے بنیادی عقائد کے انکار پر مشتمل تحریکات کی بنیاد رکھی جائے اور ان کی ہرممکن سرپرستی کی جائے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ حکومت وقت کے ایما پر نیچریت' چکڑالویت اور اس جیسے دیگر فتنے تیزی سے رونما ہوتے ہیں اور سرکاری سرپرستی میں ان کے فروغ کی بھرپور کوششیں کی جاتی ہیں۔ ان فتنوں کے بانیوں کو جدید عصری تعلیم کے لئے اسکول اور کالج قائم کرکے دیئے جاتے ہیں تاکہ مسلم نوجوان ان اسکول اور کالج میں داخل ہوکر عصری تعلیم کے بدلے اپنی متاع ایمان کا سودا کرسکیں۔ انہی ایام میں ایک روحانی وجسمانی عیوب کا پیکر قادیان سے اٹھتا ہے اور مہدی' مسیح' ملہم' مجدد' نبی اور رسول جیسے دعاوی کے ذریعے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی اپنی سی کوشش کرتا ہے' جس کے نتیجے میں نیچری' چکڑالوی اور دیگر گمراہ فرقوں سے تعلق رکھنے والے افراد کی اکثریت اس کے ساتھ ہوجاتی ہے۔ یہ شخص' جسے دنیا مرزا غلام احمد قادیانی کے نام سے جانتی ہے' عقیدۂ ختم نبوت کا انکار کرکے خود نبی بن بیٹھتا ہے اور نعوذ باللہ اپنے آپ کو "محمد رسول اللہ" قرار دینے لگتا ہے' حضرت مسیح علیہ السلام کی آمد ثانیہ کا انکار کرکے بزعم خود مدعی مسیحیت بن جاتا ہے اور فریضۂ جہاد کا انکار کرکے جہاد کو ہمیشہ کے لئے حرام قرار دیتا ہے۔

اس کے افکار کے زیر اثر افراد انہی عقائد کو لے کر آگے بڑھتے ہیں اور ۱۹۷۴ء اور ۱۹۸۴ء کی آئینی ترامیم کے بعد پاکستان میں ان عقائد کے فروغ سے مایوس ہوکر ان عقائد کو دنیا بھر میں پھیلانے کی اپنی سی کوشش شروع کردیتے ہیں' حتیٰ کہ ۱۱/ ستمبر کا واقعہ رونما ہوتا ہے اور قادیانیوں کے آقا کو پھر اپنا یہ پرانا اور وفادار خادم یاد آجاتا ہے۔ وہ یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ اپنے اس وفادار مہرہ کو بساط عالم کی شطرنج پر اسلام اور مسلمانوں کے مقابلہ میں پھر آگے بڑھایا جائے اور جن خطوں میں مسلمان حریت پسندی کی تحریکات چلارہے ہیں وہاں مسلمانوں کے جسمانی قتل عام کے بعد اب ان کا روحانی قتل عام شروع کیا جائے' اور اپنے اس مہرہ کے ذریعہ اسلامی تعلیمات کو مسخ کرکے ان خطوں کے عوام کے سامنے پیش کیا جائے۔

ختم نبوۃ

تاریخ نے اپنے آپ کو دھرایا' ۱۸۵۷ء کا سانحہ پھر مسلمانوں پر ایک نئے انداز سے گزرا۔ فریق بھی وہی رہے' تاریخ کا فیصلہ بھی وہی رہا اور قربانیوں کی داستانیں بھی وہی رہیں۔ دیکھئے اب قدرت' اسلام اور مسلمانوں کے تحفظ کے لئے اپنی حکمت بالغہ سے کیا فیصلے صادر فرماتی ہے؟ بہرحال اس وقت عالم اسلام کے مسلمانوں پر یہ فریضہ عائد ہوتا ہے کہ وہ قادیانیت کے فروغ کی ہر کوشش کو اپنے ملک اور خطہ میں ناکام بنادیں اور اسلام اور عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے سینہ سپر ہوکر میدان عمل میں اتر آئیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

مولانا محمد اکرم طوفانی کے بارے میں پائی جانے والی تشویش کی وضاحت

مولانا محمد اکرم طوفانی عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی ناظم نشرواشاعت اور ہفت روزہ ''ختم نبوت'' کے نائب مدیر اعلیٰ ہیں۔ فریضہ تبلیغ کی ادائیگی اور جماعتی سرگرمیوں کے سلسلے میں مولانا موصوف ایک عرصہ سے اندرون وبیرون ملک اسفار میں مصروف رہتے ہیں۔ براعظم یورپ خصوصاً برطانیہ میں مولانا موصوف نے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کو متعارف کرانے' عقیدۂ ختم نبوت کی سربلندی اور قادیانیت کے سدباب کے لئے بہت اہم خدمات سرانجام دی ہیں۔ مولانا موصوف کے بارے میں بعض اخبارات زرد صحافت کا مظاہرہ کرتے ہوئے غلط اور بے سروپا خبریں شائع کرتے رہے جس سے جماعتی احباب اور مولانا موصوف کے معتقدین میں تشویش کی لہر دوڑ گئی۔ گزشتہ دنوں جب حضرت مولانا محمد اکرم طوفانی مدظلہ برطانیہ کا جماعتی دورہ مکمل کرکے وطن واپس پہنچے تو انہوں نے اس موقع پر درج ذیل اخباری بیان جاری کیا:

عقیدۂ ختم نبوت کا تحفظ ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے

مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی باور کرنا منصب نبوت کے ساتھ سنگین مذاق ہے

انسانیت کو آپؐ کے بعد کسی نئے نبی کی ضرورت نہیں

مولانا محمد اکرم طوفانی کا دورۂ برطانیہ سے واپسی کے موقع پر اظہار خیال اور علمائے کرام سے خطاب

کراچی (پ ر) عقیدۂ ختم نبوت کا تحفظ ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہمارے لئے مشعل راہ ہے۔ انسانیت کو آپؐ کے بعد کسی نئے نبی کی ضرورت نہیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی باور کرنا منصب نبوت کے ساتھ سنگین مذاق ہے۔ ان خیالات کا اظہار عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی ناظم نشرواشاعت مولانا محمد اکرم طوفانی نے دورۂ برطانیہ سے واپسی کے موقع پر کیا۔ اس موقع پر انہوں نے دفتر ختم نبوت کراچی میں علمائے کرام سے بھی خطاب کیا۔ انہوں نے کہا کہ قادیانیت عالم اسلام کے لئے ایک ناسور کی حیثیت رکھتی ہے۔ دنیا بھر کے ایک ارب بیس کروڑ سے زائد مسلمان قادیانیت کو مسترد کرچکے ہیں۔ سامراجی قوتوں کے بھروسہ پر چلنے والی قادیانی تحریک جلد ہی اپنے منطقی انجام کو پہنچنے والی ہے۔ اس موقع پر انہوں نے علمائے کرام کو اپنے حالیہ دورۂ برطانیہ کی تفصیلات سے آگاہ کرتے ہوئے بتایا کہ ان کے اس دورے کے دوران چار انگریزوں نے ان کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ یورپ میں اسلام قبول کرنے کا رجحان زوروں پر ہے اور بہت بڑی تعداد میں افراد تیزی سے اسلام کی طرف آرہے ہیں۔ انہوں نے اس عزم کا اعادہ کیا کہ قادیانیوں کا ہر محاذ پر ڈٹ کر مقابلہ کیا جائے گا اور انہیں مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی قطعاً اجازت نہیں دی جائے گی۔ دریں اثنا مولانا محمد اکرم طوفانی عید اپنے آبائی علاقے چھچھ ضلع اٹک میں اپنے عزیز واقارب کے ہمراہ منائیں گے۔

حضرت مولانا محمد اکرم طوفانی مدظلہ کے اس اخباری بیان کے بعد اب ان کے بارے میں پائی جانے والی تشویش اور بے سروپا افواہوں کا خاتمہ ہوجانا چاہئے۔ اس قسم کی باتیں بلکہ اس سے بڑھ کر باتیں تحریکات کو پیش آیا ہی کرتی ہیں' خصوصاً عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کو کئی مرتبہ اس قسم کی باتوں سے پالا پڑا لیکن بحمداللہ! اللہ رب العزت نے ہر قسم کی آزمائش سے جماعت کو نکال کر عقیدۂ ختم نبوت کے پرچم کو سربلند کیا۔ مذکورہ صورت حال کے بارے میں بھی الحمدللہ! اللہ تعالیٰ نے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی دستگیری فرمائی اور عقیدۂ ختم نبوت کے منکرین اور ان کے حامیوں اور سرپرستوں کو ذلیل وخوار فرمایا۔

موجودہ عہد زوال کے لئے اسلامی ہدایات

ہمارے اسلاف ہم سے زیادہ آزمائے گئے:

فتنہ مصیبت میں ہمارے اسلاف کو جن آزمائشوں سے دوچار ہونا پڑا' وہ آج کے مقابلے میں کہیں زیادہ شدید تھا' اس کے باوجود انہوں نے صبر کیا۔ اس کو وہ اپنے ایمان کا لازمی حصہ سمجھتے تھے' بعض صحابہ فرماتے تھے کہ جو شخص مصائب پر صبر نہ کرتا تھا اس کے ایمان کا ہم کوئی شمار نہیں کرتے تھے۔ قرآن نے صحابہ کی قوت صبر کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

"ولنصبرن علی ما آذیتمونا وعلی اللہ فلیتوکل المتوکلون."

(سورۂ ابراہیم:۱۲)

ترجمہ: "اور ہم بالیقین تمہاری اذیت رسانیوں پر صبر کرتے ہیں اور ارباب توکل کو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہئے۔"

خود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم صبر کے جن مشکل ترین مراحل سے گزرے اس کی کوئی نظیر تاریخ میں نہیں ملتی۔

ایک موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مال غنیمت تقسیم فرمایا تو بعض نومسلم دیہاتیوں نے کہا کہ یہ تقسیم اللہ کی مرضی کے مطابق نہیں ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ملی تو آپ کے دونوں رخسار سرخ ہوگئے' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت احساس تکلیف کے ساتھ فرمایا:

"یرحم اللہ اخی موسی لقد اوذی باکثر من ھذا فصبر"

(متفق علیہ بروایت حضرت ابن مسعودؓ المغنی علی الاحیاء جلد۴ صفحہ۱۷)

ترجمہ: "اللہ میرے بھائی موسیٰ پر رحم کرے' ان کو اس سے بھی زیادہ ستایا گیا مگر انہوں نے صبر کیا۔"

قرآن میں صبر نبوی کا تذکرہ:

قرآن میں کئی مقامات پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ان مشکل حالات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے

اختر امام عادل

اور آپ کو مخاطب کرکے ساری امت کو صبر کی تلقین کی گئی ہے:

"ودع اذاھم وتوکل علی اللہ." (احزاب:۴۸)

ترجمہ: "ان کی اذیتوں کو نظر انداز کیجئے اور اللہ پر بھروسہ کیجئے۔"

"واصبر علی مایقولون واھجرھم ھجراً جمیلاً"

(مزمل:۱۰)

ترجمہ: "ان کی تکلیف دہ باتوں پر آپ صبر کریں اور حسن اسلوب کے ساتھ ان سے علیحدگی اختیار کریں۔"

"ولقد نعلم انک یضیق صدرک بما یقولون فسبح بحمد ربک" (الحجر:۹۷'۹۸)

ترجمہ: "اور ہم یقین کے ساتھ جانتے ہیں کہ آپ ان کی باتوں سے دل تنگ ہوتے ہیں' اس لئے اپنے پروردگار کی حمد کی تسبیح پڑھئے۔"

"ولتسمعن من الذین اوتو الکتاب من قبلکم ومن الذین اشرکوا اذی کثیراً وان تصبروا وتتقوا فان ذلک من عزم الامور."

(آل عمران:۱۸۶)

ترجمہ: "تم لوگ اہل کتاب اور مشرکین سے یقیناً بہت سی تکلیف دہ باتیں سنو گے لیکن اگر تم صبر اور تقویٰ کو اختیار کرو تو یہ انتہائی اعلیٰ ترین بات ہوگی۔"

"وان عاقبتم فعاقبوا بمثل

ماعوقبتم به ولئن صبرتم لهو خير للصابرين ." (النحل: ۱۲۶)

ترجمہ: ''اگر تم انتقاماً سزا دینا چاہو تو اتنا ہی دو جتنا کہ تم کو ستایا گیا ہے لیکن اگر تم صبر کرو تو صابرین کا مقام بہت اونچا ہے۔''

صبر کا اعلیٰ مقام:

صبر کی اعلیٰ ترین منزل یہ ہے کہ انسان نہ صرف یہ کہ دشمنوں کی ایذا رسانیوں پر صبر کرے بلکہ ان کے ساتھ بھی حسن سلوک کرے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جو تمہارے ساتھ قطع رحمی کرے اس کے ساتھ صلہ رحمی کرو' جو تم کو محروم کرے اس کو نوازو اور جو تم پر ظلم کرے اس کو معاف کردو۔

انجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول ہے:

''تم سے اس سے پہلے کہا گیا تھا کہ دانت کا بدلہ دانت ہے اور ناک کا بدلہ ناک ہے' مگر میں تم سے کہتا ہوں کہ برائی کا بدلہ برائی سے نہ لو بلکہ جو تمہارے دائیں رخسار پر مارے تو اس کی طرف اپنا بایاں رخسار بھی پیش کردو' جو تمہاری چادر چھین لے اس کو اپنی ازار بھی دے دو اور جو تم کو ایک میل چلنے کے لئے مجبور کرے اس کے ساتھ تم دو میل چلے جاؤ۔''

(احیا العلوم للغزالی جلد ۴ صفحہ ۷۲)

لوگوں کی اذیت رسانیوں پر صبر' صبر کے اعلیٰ مقامات میں سے ہے' اس لئے کہ اس میں دینی شہوانی اور غضبانی تینوں محرکات کے استعمال کی ضرورت ہوتی ہے۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ قرآن میں صبر کی تین قسمیں بیان کی گئی ہیں:

''۱:...... ادائے فرض پر صبر: اس کا درجہ تین سو درجات کے برابر ہے۔

۲:...... محرمات الٰہی سے صبر (اجتناب) اس کا درجہ چھ سو درجات کے برابر ہے۔

۳:...... مصیبت پر پہلے صدمہ کے وقت صبر: یہ نو سو درجات کے برابر ہے۔''

(احیا العلوم جلد ۴ صفحہ ۷۲)

احادیث کے اندر آتا ہے کہ یقین کی قوت

> حضرت عروہ بن زبیرؓ کا ایک پاؤں ناسور کی وجہ سے گھٹنہ سے کاٹ دیا گیا تھا' وہ اس پر اللہ کا شکر ادا کرتے تھے کہ اللہ تیرا شکر ہے کہ تو نے فاسد حصہ کو الگ کرکے صالح حصہ میرے لئے باقی رکھا۔

سے مصائب دنیا کا دفاع کیا جاسکتا ہے' اسی لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ سے یہ دعا مانگتے تھے:

''اے اللہ! میں آپ سے یقین کی وہ قوت مانگتا ہوں' جس کے ذریعہ میں مصائب دنیا کا مقابلہ کرسکوں۔'' (رواہ الترمذی' نسائی' حاکم صحیح من حدیث ابن عمرو حسنہ الترمذی المغنی عن حمل الاسفار ج ۴ ص ۷۲)

صبر کا پھل:

مصیبت کے وقت صبر پر بڑے اجر کا وعدہ کیا گیا ہے۔ ارشاد نبویؐ ہے کہ اللہ عزوجل فرماتے ہیں:

''جب میں اپنے کسی بندے کی طرف مصیبت کے ساتھ متوجہ ہوتا ہوں اور اس کے بدن' مال یا اولاد کو کسی تکلیف میں مبتلا کرتا ہوں' پھر وہ اس پر صبر کرتا ہے تو قیامت کے دن مجھے شرم محسوس ہوگی کہ میں اس کے لئے میزان نصب کروں یا اس کے لئے دیوان حاضر کروں۔''

(رواہ ابن عدی بسند ضعیف المغنی ج ۴ ص ۷۲)

حضرت ابن مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''صبر کے ساتھ سہولیات کا انتظار کرنا عبادت ہے۔'' (رواہ الترمذی' المغنی ج: ۴ ص ۷۲)

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر مومن بندہ مصیبت کے وقت قرآنی ہدایات کے مطابق ''انا للہ وانا الیہ راجعون'' پڑھے اور یہ دعا کرے کہ ''اے اللہ! مجھے اس مصیبت سے نجات دے اور اس کا نعم البدل عطا کر'' تو اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرتے ہیں۔'' (رواہ مسلم بروایت حضرت ام سلمہ' المغنی ج ۴ ص ۷۲)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ اللہ عزوجل نے حضرت جبرئیل سے فرمایا: اے جبرئیل! جس کی میں دونوں آنکھیں لے لوں' اس کا بدلہ کیا ہے؟ جبرئیل نے کہا: اللہ تیری ذات پاک ہے' ہمیں تو صرف اتنا ہی علم ہے' جتنا آپ نے ہمیں بتایا۔ اللہ نے فرمایا: ''اس کا بدلہ یہ ہے کہ وہ میرے گھر میں ہمیشہ رہے گا اور میری زیارت سے مشرف ہوگا۔'' (رواہ الطبرانی فی الاوسط بحوالہ بالا)

ایک اور موقع پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ''جب میں کسی بندے کو کسی مصیبت میں گرفتار کر دیتا ہوں اور وہ اس پر صبر کرتا ہے..... تو اس کے گوشت اور خون کو بدل کر اس سے اچھا گوشت اور خون عطا کرتا ہوں' پھر اگر وہ بیماری سے شفایاب ہو جاتا ہے تو اس حال میں ہوتا ہے گویا اس کا کوئی گناہ ہی نہ ہو اور اگر شفایاب نہ ہو سکے اور وفات پا جائے تو وہ میری رحمت کے جوار میں پہنچ جاتا ہے۔'' (رواہ مالک فی الموطا بحوالہ بالا)

حضرت داؤد علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دریافت کیا کہ اے پروردگار! اس غمزدہ کا بدلہ کیا ہے جو مصائب پر محض آپ کی رضا کے لئے صبر کرے؟ تو اللہ نے کہا کہ اس کا بدلہ یہ ہے کہ میں اس کو ایمان کا ایسا لباس پہناؤں گا جو اس سے کبھی اتارا نہیں جا سکے گا۔ (احیاء العلوم للغزالی ج ۴ ص ۷۲)

صبر کا معیار:

حضرت فضیلؒ سے صبر کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: ''صبر فیصلہ الٰہی پر راضی رہنے کا نام ہے'' پوچھا گیا کہ یہ کیسے؟ فرمایا: ''راضی بقضا شخص اپنی حیثیت سے زیادہ کی تمنا نہیں کرتا۔'' (احیاء العلوم ج ۴ ص ۷۲)

شیخ شبلی مارستان کے قید خانے میں ڈال دیے گئے تو ان سے ملنے کے لئے ایک جماعت حاضر ہوئی' شیخ نے دریافت کیا کہ تم لوگ کون ہو؟ انہوں نے عرض کیا ہم آپ کے محبین ہیں' آپ کی زیارت کے لئے حاضر ہوئے ہیں' یہ سنتے ہی آپ نے ان پر پتھر پھینکنا شروع کئے' وہ لوگ بھاگنے لگے' اس پر شیخ نے فرمایا کہ اگر تم کو حقیقت میں مجھ سے محبت ہوتی تو میری دی ہوئی تکلیف پر صبر کرتے۔ (حوالہ بالا)

بعض عارفین کے حالات میں ہے کہ وہ اپنی جیب میں ہر وقت ایک رقعہ رکھتے تھے اور وقفہ وقفہ سے اس کو نکال کر دیکھتے تھے' اس پر یہ آیت کریمہ درج تھی: ''واصبر لحکم ربک فانک باعیننا'' (الطور: ۴۸) یعنی اپنے رب کے حکم پر صبر کر' اس لئے کہ تم ہماری نگاہوں کے سامنے ہو۔ (حوالہ بالا)

حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے صاحبزادے سلیمان علیہ السلام کو نصیحت فرمائی کہ مومن کے تقویٰ کی تین علامات ہیں: (۱) غیر حاصل شدہ چیز پر توکل' (۲) حاصل شدہ چیز پر رضامندی' (۳) فوت شدہ چیز پر صبر۔ (حوالہ بالا)

صحابہ کرام کا امتیاز:

صحابہ کرام کا سب سے بڑا امتیاز یہ تھا کہ وہ خدائی فیصلوں پر راضی رہتے تھے' وہ صبر کی سب سے اونچی منزل یعنی مقام رضا بلکہ مقام محبت پر فائز تھے۔ زندگی میں پیش آنے والی مشکلات ان کو تنگ دل کرنے کے بجائے ان کو فرحت و آسودگی بخشتی تھیں' اسی لئے قرآن نے ان کو مقام رضا کا طرۂ امتیاز دیتے ہوئے کہا:

''رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ'' (البینۃ: ۸)

ترجمہ: ''اللہ ان سے راضی ہے اور وہ اس سے راضی ہیں۔''

یہ کوئی معمولی مقام نہیں ہے' بڑی ریاضتوں کے بعد یہ مقام ملتا ہے' جب انسان مقام رضا پر پہنچتا ہے تو رضوان الٰہی اسے میسر ہوتا ہے' جب بندہ اپنے کو اللہ کے ہر فیصلے پر راضی کر لیتا ہے تو اللہ بھی اس سے راضی ہو جاتا ہے' اس لئے کہ یہی خدا کے اصول مجازات کا تقاضا ہے۔ قرآن میں ارشاد ہے:

''ھل جزاء الاحسان الا الاحسان۔'' (الرحمن: ۶۰)

''احسان کا بدلہ صرف احسان ہے۔''

ایک اور مقام پر ارشاد ہے:

''ومساکن طیبۃ فی جنات عدن ورضوان من اللہ اکبر۔'' (الصف: ۱۲)

ترجمہ: ''اللہ ان کو بدلے میں جنت عدن میں عمدہ ٹھکانے دے گا اور اللہ کی رضامندی اس سے بھی بڑی چیز ہے۔''

جب بندے کو خدا کی رضا مل جاتی ہے تو وہ مقام رضا سے بلند ہو کر مقام محبت پر پہنچ جاتا ہے' یہ کسی بندے کی ترقی کی آخری منزل ہے' ایک بندہ اس سے زیادہ کا تصور بھی نہیں کر سکتا' یہی اس کی آخری مراد اور آخری آرزو ہو سکتی ہے' اسی لئے جب جنت میں تمام مومنین اپنے اپنے ٹھکانے پر پہنچ جائیں گے تو اللہ کی تجلی ظاہر ہوگی اور اللہ ان سے کہے گا کہ تم کو تمام نعمتیں میسر ہو چکی ہیں' کوئی چیز اور مانگنا چاہو تو مانگو' تو اس وقت بندوں کا آخری سوال یہ ہوگا کہ پروردگار! ہم آپ کی رضا کے طلب گار ہیں: (اخرجہ البزار والطبرانی فی الاوسط بحوالہ المغنی ج ۴ ص ۳۴۴)

مقام رضا:

مگر اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ پہلے خود کو خدا کے فیصلے پر راضی کیا جائے' یہ صبر کی درمیانی منزل ہے جب تک انسان اس درمیانی منزل کو عبور نہ کرے گا' آخری منزل بھی نہ پا سکے گا

ختم نبوۃ

اس لئے انسان کو خدائی اعمال پر نگاہ ڈالنے کے بجائے سب سے زیادہ اپنے اعمال اور دل کی کیفیات پر توجہ دینی چاہئے' ایک حدیث میں ارشاد فرمایا گیا:

"خوش نصیب ہے وہ شخص جسے اسلام کی توفیق دی گئی' بقدر کفاف رزق سے نوازا گیا اور وہ اس پر راضی رہا۔" (اخرجہ الترمذی بسند صحیح بحوالہ المغنی عن حمل الاسفار للعراقی ج۴ ص۳۴۴)

ایک موقع پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جو اللہ کے دیئے ہوئے تھوڑے رزق پر راضی ہوجائے' اللہ اس کے تھوڑے عمل سے بھی راضی ہوجائیں گے۔" (رواہ ابومنصور الدیلمی فی مسند الفردوس بحوالہ بالا)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعات میں ہے کہ بنی اسرائیل نے ان سے عرض کیا کہ آپ ہمارے لئے پروردگار سے کوئی ایسی چیز طلب فرمایئے' جس پر ہم عمل کریں تو وہ ہم سے راضی ہوجائے' حضرت موسیٰ بارگاہ الٰہی میں عرض پرداز ہوئے' الٰہی! آپ نے بنی اسرائیل کی درخواست سنی ہے' آپ کا کیا حکم ہے؟ پروردگار نے جواب دیا کہ اے موسیٰ! ان سے کہو کہ وہ مجھ سے اور میرے فیصلوں سے راضی رہیں تو میں بھی ان سے راضی رہوں گا۔ (احیاء العلوم ج۴ ص۳۴۵)

اس کی تائید حضرت جابرؓ کی اس روایت سے ہوتی ہے جس کو حاکم نے سند صحیح کے ساتھ نقل کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اللہ عزوجل کے نزدیک اپنا مقام جاننے کا آرزومند ہو' اس کو دیکھنا چاہئے کہ اللہ پاک کا اس کے نزدیک اور اس کی زندگی میں کیا مقام ہے' یقیناً اللہ ہر بندے کو اس مقام پر رکھے گا' جس مقام پر بندے نے اللہ کو رکھا ہوگا۔ (المغنی عن حمل الاسفار ج۴ ص۳۴۵)

مروی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے عرض کیا کہ پروردگار! ایسے امر کی رہنمائی فرما' جس سے آپ کی رضامندی حاصل ہو۔ اللہ نے وحی فرمائی کہ میری رضا ناگواریوں میں مضمر ہے اور تو ناگوار چیزوں پر صبر نہیں کرے گا' حضرت موسیٰ علیہ السلام نے درخواست دہرائی کہ پروردگار! مجھے وہ ناگوار چیز ہی بتادے' تو اللہ نے کہا کہ میری رضا اس میں مضمر ہے کہ تو میرے فیصلوں پر راضی رہے۔ (احیاء العلوم ج۴ ص۳۴۵)

شکوہ مقام رضا کے خلاف ہے:

طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت ابوہندداری کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں اللہ ہوں' میرے سوا کوئی معبود نہیں' جو شخص میری بلیات پر صبر نہ کرے' میری نعمتوں کا شکر نہ کرے اور میرے فیصلوں پر راضی نہ ہوا سے چاہئے کہ میرے سوا کوئی اور رب ڈھونڈ لے۔ (المغنی ج۴ ص۳۴۵)

حضرت ابوامامہ انصاریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے خیر کو پیدا کیا' پس خوش نصیب اس شخص کے لئے جس کو میں نے خیر کے لئے پیدا کیا اور اس کے ہاتھ پر خیر کو جاری فرمایا' اور ہلاکت ہو اس شخص کے لئے جس کو میں نے شر کے لئے پیدا کیا اور اس کے ہاتھ شر کو جاری فرمایا اور ہلاکت در ہلاکت ہو اس شخص کے لئے جو پوچھے کہ یہ کیوں ہوا؟ اور کیسے ہوا؟ (اخرجہ ابن ماجہ فی شرح السنۃ بحوالہ بالا)

اور زمانہ ماضی کی خبروں میں ہے کہ ایک نبی نے بارگاہ الٰہی میں مسلسل دس سال تک فقر وفاقہ اور جوع کی تکالیف کے لئے فریاد کی مگر قبول نہیں ہوئی۔ دس سال کے بعد اللہ نے ان پر وحی فرمائی کہ کب تک شکوہ کرتے رہوگے؟ تمہارے بارے میں یہ فیصلہ میں نے ام الکتاب میں آسمانوں اور زمینوں کی تخلیق سے قبل ہی لکھ دیا تھا' تمہارے لئے میرا یہ فیصلہ تخلیق دنیا سے قبل ہوچکا ہے' کیا تم چاہتے ہو کہ تمہاری وجہ سے میں دنیا کو دوبارہ پیدا کروں؟ یا تم چاہتے ہو کہ میں اپنے فیصلے کو تمہارے لئے بدل دوں؟ تاکہ تمہاری چاہت اور ارادہ میری چاہت اور ارادہ کے مقابلے میں فائق رہے؟ میری عزت و جلال کی قسم! آج کے بعد پھر کبھی ایسا خیال اگر تیرے دل میں پیدا ہوا تو دفتر نبوت سے تیرا نام خارج کردوں گا۔ (احیاء العلوم ج۴' ص۳۵۶) اس روایت پر علامہ عراقی نے کوئی تبصرہ نہیں کیا۔ (المغنی ج۴ ص۳۴۶) علامہ زبیدی نے اتحاف السادۃ میں صرف اتنا لکھا ہے کہ اس کو صاحب القوت نے نقل کیا ہے۔ (اتحاف السادۃ ج۱۲ ص۵۲۱)

بڑے ہی خوف کا مقام ہے' اسی لئے حضرت انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دس سال خدمت کی' اس اثنا میں آپ نے میرے کسی عمل کے بارے میں یہ سوال نہیں فرمایا کہ تم نے یہ کیوں کیا؟ اور اگر کوئی کام نہیں کیا تو یہ نہیں پوچھا کیوں نہیں کیا؟ نہ کسی رونما ہونے والی چیز کے بارے میں یہ فرمایا کہ کاش ایسا نہ ہوتا؟ اور نہ کسی غیر موجود چیز کے بارے میں فرمایا کہ کاش یہ ہوجاتا' آپ کے اہل بیت میں سے کوئی اگر میرے کسی عمل پر اعتراض کرتا تو آپ فرماتے اس کو چھوڑ دو فیصلہ الٰہی یہی تھا' ورنہ یہ ایسا نہ کرتا۔ (متفق علیہ بحوالہ المغنی ج۴' ص۳۴۶)

www.amtkn.com   www.facebook.com/amtkn313   www.emaktaba.info

تفویض کامل کا مقام:

یہ خدا کے حضور تفویض کامل کا مقام ہے' اس حد تک سپردگی عام انسانوں کے لئے ناممکن ہے البتہ جو لوگ کسی درجہ میں بھی اس اسوۂ نبوی کی پیروی کریں گے ان کو بلند ترین مقام حاصل ہوگا۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن سب سے پہلے ان لوگوں کو بلایا جائے گا جو ہر حال میں اللہ کی حمد کرنے والے ہوں گے۔ (احیاء العلوم ج ۴ ص ۳۴۶)

حضرت میمون بن مہران فرماتے ہیں کہ جو قضا پر راضی نہ ہوا اس کی حماقت کا کوئی علاج نہیں۔ (حوالہ بالا)

حضرت فضیل فرماتے ہیں کہ اگر تم اللہ کی تقدیر پر راضی نہیں رہ سکتے تو اپنی تقدیر پر بھی راضی نہ رہ سکو گے۔ (حوالہ بالا)

حضرت عبدالعزیز بن ابی رواد کا قول ہے: ''جو اور سرکہ کھانا اور صوف اور بال پہننا کمال نہیں ہے' کمال یہ ہے کہ اللہ سے ہر حال میں انسان راضی رہے۔'' (حوالہ بالا)

حضرت محمد بن واسع کے واقعات میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے ان کے پاؤں میں زخم دیکھ کر کلمات ترحم استعمال کئے' اس پر حضرت محمد بن واسع نے فرمایا کہ میں تو جب سے یہ زخم نکلا ہے مسلسل اللہ کا شکر ادا کر رہا ہوں کہ یہ زخم میرے پاؤں میں نکلا آنکھوں میں نہیں۔ (حوالہ بالا)

جب انسان خدا کے فیصلوں پر ہر حال میں راضی رہنے کا ارادہ کر لیتا ہے' تو وہ خدا کے ہر عمل کا راز پا لیتا ہے اور موقع صبر میں بھی موقع شکر نکال لیتا ہے۔

اسرائیلی روایت میں ہے کہ ایک عابد نے طویل زمانہ تک اللہ کی عبادت کی تو اسے خواب میں دکھایا گیا کہ بکریاں چرانے والی فلانی عورت جنت میں تمہاری رفیق ہوگی' اس عابد نے اس خاتون کو تلاش کیا اور تین دن تک اس کا مہمان رہنے کی خواہش کی' تاکہ اس کے اعمال پر نگاہ رکھ سکے' اس عورت کا معمول یہ نظر آیا کہ وہ ایک رات عبادت کرتی ہے اور ایک رات سوتی ہے۔ اسی طرح ایک دن کے وقفہ سے روزہ رکھتی' عابد نے خاتون سے کہا کہ ان اعمال کے علاوہ بھی تمہارا کوئی عمل ہے جو میری نگاہوں سے پوشیدہ ہو؟ خاتون نے کہا نہیں' بس میرا اتنا ہی عمل ہے۔ عابد نے کہا کہ یاد کرو' شاید کوئی عمل اور یاد آجائے؟ آخر اس کو یاد آ گیا اور اس نے کہا ہاں! میری ایک عادت ہے' وہ یہ کہ اگر میں سخت ترین حالات سے دوچار ہوتی ہوں تو اچھے حالات کی تمنا نہیں کرتی' بیمار رہتی ہوں تو صحت کی آرزو نہیں کرتی اور دھوپ میں رہتی ہوں تو سایہ کی طلب نہیں ہوتی' عابد نے کہا: بس بس' یہی وہ خصلت ہے جو عام انسانوں کے بس کی بات نہیں۔ (حوالہ بالا)

علامہ زبیدی نے لکھا ہے کہ اس واقعہ کو صاحب القوت نے ذکر کیا ہے' نیز اس کو عبدالعزیز بن ابی رواد کے بلاغیات کے طور پر ابو نعیم نے الحلیہ میں روایت کیا ہے (اتحاف السادۃ ج ۱۲ ص ۵۱۴)

بعض اسلاف کا قول منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ جب آسمان میں کوئی فیصلہ فرماتے ہیں تو چاہتے ہیں کہ اہل زمین اس فیصلے کو بخوشی قبول کر لیں۔ (احیاء العلوم ج ۴ ص ۳۴۶)

حضرت عبدالعزیز کی آنکھ چلی گئی مگر بیس سال تک انہوں نے اس کا تذکرہ اپنے گھر والوں سے بھی نہیں کیا' ایک دن ان کے صاحبزادے نے غور کیا تو پوچھا کہ ابا جان! کیا آپ کی آنکھ ختم ہو چکی ہے؟ تو حضرت عبدالعزیز نے فرمایا: ہاں بیٹے! زمانہ ہوا اللہ کی مرضی تیرے باپ کی آنکھ کو لے جا چکی ہے۔ (اتحاف السادۃ المتقین للعلامۃ السید محمد بن محمد الحسینی الزبیدی ج ۱۲ ص ۵۲۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان ۱۴۰۹ھ ۱۹۹۹ء)

رضا کا معیار:

مشہور محدث اور فقیہ حضرت سفیان ثوریؒ کی زبان سے ایک دن حضرت رابعہ بصریہ کے پاس یہ دعا نکلی کہ ''اللھم ارض عنی'' ''اے اللہ مجھ سے راضی ہو جا۔ اس پر حضرت رابعہ بصریہ نے کہا کہ آپ کو اللہ سے شرم نہیں آتی؟ آپ اللہ کی رضا کے طلب گار ہیں اور خود اللہ سے راضی نہیں۔ حضرت سفیان ثوری کو اس پر تنبہ ہوا اور استغفار پڑھا' اس پر حضرت جعفر بن سلیمان الضبعی نے کہا کہ بندہ کب اللہ سے راضی مانا جاتا ہے؟ تو حضرت رابعہ نے فرمایا: جب بندہ مصیبت پر بھی اتنا ہی خوش ہو جتنا کہ نعمت پر ہوتا ہے تو سمجھو کہ وہ بندہ اللہ سے راضی ہے۔ (احیاء العلوم ج ۴ ص ۳۴۷)

حضرت سہل التستریؒ فرماتے ہیں کہ در اصل انسان میں جس قدر یقین کی قوت ہوگی' اسی کے بقدر اس کو مقام رضا سے بھی حصہ ملے گا۔ (اتحاف السادۃ ج ۱۲ ص ۵۲۶)

جیسا کہ ایک روایت میں ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے روح اور فرحت کو رضا اور یقین میں اور غم اور حزن کو شک میں اور ناراضی میں مضمر کیا ہے۔ (رواہ الطبرانی' المغنی للعراقی ج ۴ ص ۳۱۷ رواہ عطیہ عن ابی سعید الخدری مرفوعاً اتحاف السادۃ ج ۱۲ ص ۵۲۶)

ختم نبوۃ

معرفت کی ضرورت:

دراصل بندہ اپنے آقا سے جس قدر محبت و یقین کا رشتہ رکھے گا اسی قدر اس کی جانب سے پیش آنے والی تکلیفوں کا اسے احساس نہ ہوگا' یا احساس کے باوجود یہ مرحلہ اس کے لئے تکلیف دہ ہونے کے بجائے فرحت بخش ہوگا' جس طرح کہ ایک مریض آپریشن کی تکالیف کو تو محسوس کرتا ہے' مگر یہ احساس اس کے لئے باعث اذیت نہیں' بلکہ باعث لذت ہوتا ہے' جب تک انسان ایمانیات کے ابواب میں کم از کم اس درجہ کا یقین حاصل نہ کرلے جس درجہ کا یقین ایک عام مریض کو اصول صحت کے باب میں ہوتا ہے' اس کے بغیر وہ لذت ایمان حاصل نہیں کر سکے گا اور نہ وہ مقام رضا یا مقام محبت سے سرفراز ہو سکے گا۔

مشکلات انسان کے لئے کس درجہ باعث خیر ہیں' اور ان پر کتنا ثواب ملتا ہے' اگر انسان اس کا استحضار کرے تو مشکلات اور تلخیوں پر کبھی پریشان نہ ہو' اور نہ کبھی ان سے نجات پانے کی تمنا کرے۔

حضرت شقیق بلخیؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص مصائب کے ثواب پر نگاہ رکھے گا وہ کبھی ان سے نجات پانے کا خواہش مند نہ ہوگا۔ (احیاء العلوم للغزالی ج ۴ ص ۳۴۸)

دوست کی مار تکلیف دہ نہیں ہوتی:

انسان معمولی دنیا کے حصول کے لئے بڑی بڑی مشکلات بخوشی قبول کر لیتا ہے' اگر فی الواقع اسے آخرت کی عظیم نعمتوں کا حقیقی عرفان حاصل ہو جائے تو ان سے بھی بڑی مشکلات قبول کرنے کے لئے وہ تیار رہے' مگر انسان عجلت پسند ہے' عاجلانہ منافع کے لئے وہ مشکلات برداشت کر سکتا ہے' مگر حقیقی منافع کے واسطے مشکلات اٹھانے سے کتراتا ہے۔

حضرت سہل تستریؒ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ ایک مرض میں مبتلا تھے اور دنیا جہاں کے لوگوں کے اس مرض کا علاج کرتے تھے' لیکن خود اپنا علاج نہیں کرتے تھے' ان سے اس کی وجہ دریافت کی گئی تو انہوں نے جواب دیا کہ اے دوست! محبوب کی مار تکلیف نہیں دیتی۔ (احیاء العلوم ج ۴ ص ۳۴۷)

یہ مقام استغراق ہے۔ علامہ زبیدی نے منصور حلاج کا ایک واقعہ نقل کر کے لکھا ہے کہ کبھی دوست کی مار تکلیف دہ بھی ہوتی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ منصور حلاج جب مصلوب کئے گئے اور لوگوں کو پتھر مارنے کا حکم دیا گیا تو لوگوں نے ان پر پتھروں کی بارش کردی' مگر وہ خاموش رہے' ایک لفظ ''آہ'' بھی ان کی زبان سے نہ نکلا' اسی دوران ان کی بہن یہ خبر سن کر پہنچ گئیں' وہ بھی صاحب معرفت تھیں' انہوں نے ایک چھوٹا سا پتھر لے کر ان پر پھینکا تو انہوں نے تکلیف سے پکارا' آہ! اس کی وجہ دریافت کی گئی تو انہوں نے فرمایا: ''دوست کی مار تکلیف دہ ہوتی ہے'' اس تکلیف کی توجیہ زبیدی نے یہ کی ہے کہ ان کی بہن عارفہ تھیں اور منصور کے عذر کو سمجھ رہی تھیں' اس کے باوجود انہوں نے پتھر مارا اس لئے تکلیف ہوئی۔ (اتحاف السادۃ ج ۱۲ ص ۵۲۸)

لیکن میرے نزدیک بہتر توجیہ یہ ہے کہ تکلیف دوست کی مار پر نہیں ہوئی' بلکہ اس بات پر ہوئی کہ دوست' دشمنوں کی صف میں کیوں چلا گیا؟ اکیلے کی مار اور دشمن کے ساتھ مل کر مارنے میں فرق ہے' دوست دشمن کی صف میں چلا جائے' کسی سچے دوست کے لئے اس سے زیادہ تکلیف دہ بات کیا ہوگی؟

حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں میں نے حضرت سری سقطیؒ سے پوچھا: کیا محب اپنے محبوب کی مصیبت سے تکلیف محسوس کرتا ہے؟ انہوں نے فرمایا نہیں' میں نے کہا: اگرچہ تلوار سے مارے؟ انہوں نے فرمایا: ہاں! اگرچہ ستر بار پے در پے تلوار سے مارے۔ (احیاء العلوم ج ۴ ص ۳۴۸)

محبوب کی ہر پسند میری پسند ہے:

بعض عارفین کہتے ہیں کہ میں اپنے دوست کی ہر پسند کو پسند کرتا ہوں یہاں تک کہ اگر وہ میرے لئے آگ پسند کرے تو میں بھی اپنے لئے آگ پسند کروں گا۔ (حوالہ بالا)

حضرت بشر بن حارث حافی کہتے ہیں کہ میں ایک شخص کے پاس سے گزرا' اس کو شرقی بغداد میں ایک ہزار کوڑے لگائے گئے تھے اور اس نے ایک لفظ منہ سے نہیں نکالا' پھر اسے قید خانے کی طرف لے جایا گیا تو میں بھی اس کے پیچھے پیچھے چلا' موقع پا کر میں نے اس سے دریافت کیا: عزیزم تجھ کو مار کیوں لگی؟ اس نے کہا: اس لئے کہ میں عاشق ہوں' میں نے پوچھا پھر تم نے اتنی مار کھانے کے باوجود آہ و بکا نہیں کی' بالکل خاموش رہے' اس نے کہا: ہاں! اس لئے کہ میرا معشوق میرے سامنے کھڑا مجھے دیکھ رہا تھا' میں نے کہا: اگر تم معشوق اکبر کو دیکھ لیتے؟ اتنا سنتے ہی وہ بے ہوش ہو کر گرا اور روح اس کے قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ (حوالہ بالا)

انہی حضرت بشر حافی کا بیان ہے کہ میں جن دنوں عبادان پہنچا تھا' ان دنوں کا واقعہ ہے کہ ایک دن میرا گزر ایک نابینا' جذام زدہ اور مجنون شخص کے پاس سے ہوئی' وہ زمین پر پڑا ہوا تھا' اور

چیونٹیاں اس کا گوشت کھا رہی تھیں' میں نے اس کا سر اٹھایا اور اپنی گود میں رکھ لیا' میں نے اس کو بار بار آواز دی اور جھنجوڑا تو کچھ دیر کے بعد اس کو افاقہ ہوا' اس نے کہا: یہ کون فضولی ہے جو میرے اور میرے پروردگار کے درمیان حائل ہوتا ہے' اگر میرا رب مجھے ٹکڑے ٹکڑے بھی کاٹ دے تو بھی مجھے محبت کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔ حضرت بشر حافیؒ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے اس طرح کے کسی معاملے میں بندہ اور رب کے درمیان کبھی مداخلت کرنے کی کوشش نہیں کی۔

علامہ زبیدی نے اس سے ملتے جلتے کئی واقعات بعض دوسرے حضرات سے بھی نقل کئے ہیں' حضرت علی بن سعید العطار کا بھی اس قسم کا ایک تجربہ انہوں نے نقل کیا ہے' جس میں مبتلائے مصیبت' مجذوم اور زمین پر پڑا ہوا شخص ان کی مداخلت پر چیختا ہے اور کہتا ہے کہ اے مکلّف شخص! تجھے میرے اور میرے رب کے درمیان مداخلت کا کیا حق ہے؟ میرا رب میرے ساتھ جو چاہتا ہے کرتا ہے؟ پھر وہ اپنے رب سے مخاطب ہوکر کہتا ہے: اے رب ذوالجلال! تیری عزت وجلال کی قسم! اگر تو مجھے ٹکڑے ٹکڑے بھی کردے اور عذابوں کا سمندر بھی مجھ پر انڈیل دے' تب بھی میری محبت میں کوئی فرق نہیں آئے گا' بلکہ تیرے مصائب کی شرح سے میری محبت کی شرح اور بھی زیادہ بڑھتی جائے گی۔ (اتحاف السادۃ ج ۱۲ ص ۵۳۱)

مروی ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے کہا کہ آپ مجھے بتایئے کہ اس وقت روئے زمین پر سب سے بڑا عابد کون ہے؟ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ان کو ایسے شخص کی رہنمائی کی' جس کے ہاتھ اور پاؤں جذام کی وجہ سے شل ہوچکے تھے اور اس کی آنکھیں بھی ختم ہوچکی تھیں' سنا گیا کہ وہ کہہ رہا تھا: الٰہی ان اعضاء سے جس قدر مجھے فائدہ پہنچنا تھا آپ نے پہنچادیا اور جب آپ نے چاہا فائدہ پہنچانا روک دیا۔ اب صرف ایک امید کی نعمت باقی رہ گئی ہے' اے پروردگار! اور یہ بھی آپ کا احسان ہے۔ (احیاء العلوم ج ۴ ص ۳۴۸)

مصیبت میں بھی نعمت کا پہلو:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے واقعات میں ہے کہ وہ ایک بار ایک نابینا' برص زدہ' فالج زدہ اور اپاہج شخص کے پاس سے گزرے' جذام کے اثر سے اس کا گوشت کٹ کر گر رہا تھا اور وہ کہہ رہا تھا کہ اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے بہت سی ان مصیبتوں سے نجات دی جن سے دوسرے بہت سے لوگ دوچار ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: اے شخص! کون سی مصیبت ہے جس میں تو مبتلا نہیں ہے؟ پھر کس عافیت پر اللہ کا شکر ادا کرتا ہے؟ اس نے کہا: اے روح اللہ! میں ان لوگوں سے بہتر ہوں جن کے دل میں اللہ کی معرفت نہیں ہے' جب کہ اللہ کا شکر ہے کہ میرے دل میں اس کی معرفت موجود ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: سچ کہتے ہو' لاؤ اپنا ہاتھ بڑھاؤ' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توجہ سے وہ شفایاب اور خوش شکل ہوگیا اور اللہ نے اس کی تمام پریشانیاں دور فرمادیں' پھر وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا خادم بن گیا اور ان کی ہدایات کے مطابق اللہ کی عبادت میں مشغول ہوگیا۔ (احیاء العلوم ج ۴ ص ۳۴۹)

حضرت عروہ بن زبیرؒ کا ایک پاؤں ناسور کی وجہ سے گھٹنے سے کاٹ دیا گیا تھا' وہ اس پر اللہ کا شکر ادا کرتے تھے کہ اللہ تیرا شکر ہے کہ تو نے فاسد حصہ کو الگ کرکے صالح حصہ میرے لئے باقی رکھا۔ (حوالہ بالا)

نگاہ حقیقت میں مصیبت' مصیبت نہیں:

حضرت عمران بن حصینؓ کو استسقاء بطن کی بیماری تھی' وہ اس میں اتنے لاغر اور معذور ہوئے کہ مسلسل تیس سال تک پشت کے بل چت لیٹے رہے' نہ کھڑے ہوسکتے تھے اور نہ بیٹھ سکتے تھے' قضائے حاجت کے لئے ان کے تخت میں مقام استنجا کے پاس سوراخ کردیا گیا تھا' جس سے وہ استنجا وغیرہ کی ضرورت پوری کرتے تھے' ایک دن ان سے ملنے کے لئے حضرت مطرف اور ان کے بھائی حضرت علاء تشریف لائے' انہوں نے ان کی یہ حالت دیکھی تو رونے لگے' حضرت عمران نے پوچھا کہ کیوں رو رہے ہو؟ انہوں نے کہا کہ آپ کی یہ شدید ترین حالت دیکھ کر رونا آرہا ہے' حضرت عمران نے فرمایا: مت روئیے' اس لئے کہ جو چیز اللہ کو پسند ہے وہ مجھے بھی پسند ہے' پھر فرمایا: میں آپ لوگوں کو ایک بات بتلاتا ہوں' شاید آپ حضرات کے لئے مفید ہو' میری موت تک اس بات کو راز رکھئے' وہ بات یہ ہے کہ روزانہ ملائکہ میری زیارت کے لئے تشریف لاتے ہیں' جس سے مجھے تسلی ہوتی ہے' وہ مجھے سلام کرتے ہیں تو ان کا سلام سنتا ہوں' اس لئے یہ مصیبت عذاب نہیں ہے بلکہ ایک نعمت ہے' جس کے باعث بڑی بڑی نعمتوں سے سرفراز کیا جارہا ہوں' اگر یہ عذاب الٰہی ہوتا تو عذاب الٰہی کسی نعمت عظیمہ کا سبب نہیں بن سکتا' جو مصیبت کے ان انعامات کا مشاہدہ کرے اس کے لئے مصیبت' مصیبت نہیں بلکہ راحت بن جاتی ہے۔ (احیاء العلوم للغزالی ج ۴ ص ۳۴۹)

ختم نبوۃ

واقعات میں لکھا ہے کہ حضرت سعد بن وقاصؓ جب مکہ تشریف لائے تو اس وقت وہ نابینا ہوچکے تھے' لوگوں کو ان کی آمد کی خبر ملی' تو جوق درجوق ان کی ملنے کے لئے حاضر ہوئے' حضرت سعد مستجاب الدعوات تھے' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے خاص طور پر دعا فرمائی تھی: "اللھم اجب لسعد دعوتہ" (اے اللہ! سعد کی دعاؤں کو قبول فرما) ہر ایک کوئی نہ کوئی درخواست دعا پیش کرتا اور وہ ہر ایک کے لئے دعا فرماتے' حضرت عبداللہ بن سائب فرماتے ہیں کہ میں بھی ان کی ملاقات کے لئے حاضر ہوا' اس وقت میں لڑکا تھا' میں نے اپنا تعارف کرایا تو انہوں نے پہچان لیا اور فرمایا: کیا تم ہی اہل مکہ کے قاری ہو؟ میں نے عرض کیا: ہاں! پھر پورا واقعہ بیان کیا اور آخر میں فرمایا: میں نے حضرت سعد سے عرض کیا: چچا جان! آپ لوگوں کے لئے دعائیں کرتے ہیں' اگر خود اپنے لئے بھی دعا فرمالیتے تو اللہ آپ کی آنکھ لوٹا دیتا' اس پر وہ مسکرائے اور فرمایا: بیٹے! اللہ کا فیصلہ میرے نزدیک میری آنکھ سے زیادہ بہتر اور قابل ترجیح ہے۔ (احیاء العلوم ج ۴ ص ۳۵۰)

اللہ کے ہر کام میں کوئی خیر پوشیدہ ہوتا ہے:

اہل معرفت جانتے ہیں کہ اللہ کے ہر کام میں کوئی نہ کوئی خیر ضرور پوشیدہ ہوتی ہے' ہماری اندھی آنکھیں اس کا مشاہدہ نہ کرسکیں تو ہمارا قصور ہے' اللہ ظالم نہیں ہے' سارے بندے اللہ کی مخلوق ہیں' اس کو اپنے بندوں سے اتنا پیار ہے جو ماں کی ممتا اور باپ کی شفقت سے بھی ہزار ہا درجہ بڑھ کر ہے' جس خدا نے اتنے پیار کے ساتھ مخلوق بنائی اور کائنات کی تمام چیزوں کو اس کی سہولتوں اور مفادات کے لئے مسخر کیا' وہ اپنے بندے کے لئے ظالم کیونکر ہوسکتا ہے؟ ہر مصیبت میں اللہ کی کوئی حکمت پوشیدہ ہوتی ہے' جس کا عام لوگوں کو علم نہیں ہوسکتا' کبھی بڑی مصیبتوں سے بچانے کے لئے چھوٹی مصیبت نازل کی جاتی ہے' کبھی اللہ اپنے بندے کے لئے جو مقامات عالیہ مقرر کرتا ہے' اس کے اعمال اگر اس لائق نہیں ہوتے تو مصائب کے ذریعہ اس کی تلافی کی جاتی ہے' کبھی اللہ کسی کو بڑی ہولناکی میں ڈالنا چاہتا ہے اور اللہ کے کمزور بندوں سے یہ عظیم صورت حال پیدا نہیں کی جاسکتی' تو اللہ ان کمزور بندوں کو راستے سے ہٹا کر کفار کے لئے کسی اور ذریعہ سے کوئی ایسا دلدل قائم کردیتے ہیں جس سے وہ عرصہ دراز تک باہر نہ نکل پائیں' اللہ کے مصالح اور اسرار کا ادراک انسان کا کمزور دماغ نہیں کرسکتا' انسان بہت کمزور ہے' جس کمزور کو ساری مخلوقات کا بھی علم نہ ہو وہ حکمت تخلیق تک رسائی کیسے حاصل کرسکتا ہے' اس لئے اللہ کے فیصلوں اور اعمال کے بارے میں جس حد تک ممکن ہو خیر کے پہلو تلاش کرنے چاہئے اور اگر سمجھ میں نہ آسکے تو معاملہ علم الٰہی پر چھوڑ دینا چاہئے اور یہ یقین کرنا چاہئے کہ ضرور اس میں کوئی نہ کوئی ہمارے لئے خیر کا پہلو موجود ہے' جس کا علم ہمیں نہیں اور ممکن ہے آئندہ کے حالات و واقعات ثابت کردیں کہ جو کچھ ہوا وہ ہمارے لئے خیر تھا۔

ابن ابی الدنیا نے کتاب الرضا میں حضرت سعید بن المسیب کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ حضرت لقمان نے اپنے صاحبزادے کو نصیحت کی: اے بیٹے! اگر تم کو کوئی معاملہ درپیش ہو تو خواہ وہ تمہاری طبیعت کے خلاف ہو یا موافق' اپنے دل میں یہ یقین ہر حال میں رکھو کہ اس میں تمہارے لئے کوئی خیر ضرور پوشیدہ ہے۔ اس نصیحت کے کچھ دنوں بعد حضرت لقمان اپنے بیٹے کے ساتھ ایک نبی سے ملاقات کے لئے سفر پر نکلے' ایک گدھے پر خود اور دوسرے پر صاحبزادے سوار ہوئے' چند دنوں کے سفر کے بعد ایک وسیع جنگل کا سامنا ہوا' وہ لوگ ہمت کرکے اس جنگل میں چلتے رہے' دن چڑھ گیا' گرمی تیز ہوگئی' زاد سفر ختم ہوگیا' گدھے تھک کر سست رو ہوگئے' بالآخر انہوں نے گدھوں سے نجات حاصل کرلی اور وہ لوگ پیادہ پا چلنے لگے' جنگل کا یہ پیادہ پا سفر ان کے لئے حد درجہ دشوار تھا' اسی اثنا میں حضرت لقمان نے اپنے آگے سیاہی اور دھواں محسوس کیا' سیاہی کا مطلب تھا درخت' اور دھویں کا مطلب تھا کہ کوئی آبادی آگے موجود ہے' اسی حال میں وہ لوگ گرتے پڑتے آگے کی طرف چل رہے تھے کہ صاحبزادے کا پاؤں اچانک کسی ہڈی پر پڑا اور وہ زمین پر گرکر بیہوش ہوگئے۔ حضرت لقمان نے یہ منظر دیکھا تو بے تابانہ بیٹے کی طرف لپکے اور اس کو اپنے سینے سے چمٹاتے ہوئے کہا: شاید اس میں میرے لئے کوئی خیر ہو اور اپنے دانتوں سے پاؤں میں گھسی ہوئی ہڈی کو نکالنے لگے' ان کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ بیٹے نے باپ کی کیفیت دیکھی تو اس نے کہا: ابا جان! آپ رو بھی رہے ہیں اور یہ بھی فرمارہے ہیں کہ اس میں ہمارے لئے خیر ہے' جب کہ ہمارا زاد سفر ختم ہوچکا ہے اور ہمارا اور آپ کا یہ حال ہوچکا ہے اور ہم بے بسی کے عالم میں اس جنگل میں پہنچے ہوئے ہیں' آپ اگر مجھے چھوڑ کر جاتے ہیں تو غمزدہ ہوکر جائیں گے اور اگر میرے لئے یہیں رک رہے ہیں

www.amtkn.com www.facebook.com/amtkn313 www.emaktaba.info

ختم نبوۃ

تو بالآخر ہم دونوں مر جائیں گے' فرمایئے ابا جان! ہمارے لئے اس میں کیا خیر ہے؟ اور اگر خیر ہے تو آپ روکیوں رہے ہیں؟ حضرت لقمان نے فرمایا بیٹے میرا رونا شفقت پدری کی بنیاد پر ہے اور جو میں کہہ رہا ہوں کہ اس میں خیر ہے' وہ بھی سچ ہے' اس لئے کہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے کسی بڑی مصیبت سے بچانے کے لئے اس چھوٹی مصیبت میں گرفتار کیا ہے۔ آج ہم جن پریشانیوں سے دوچار ہیں ممکن ہے آئندہ حالات سے ثابت ہوجائے کہ یہ ان پریشانیوں کے مقابلے میں بہت کم ہیں جن میں ہم مبتلا ہو سکتے تھے۔

یہ کہتے ہوئے حضرت لقمان کی نگاہ آگے کی طرف گئی تو وہ دھواں اور سبزہ غائب تھا جو ابھی کچھ دیر پہلے نظر آیا تھا' ان کو حیرت ہوئی' اسی عالم حیرت میں دیکھ رہے تھے کہ ایک شخص سفید لباس میں ملبوس ابلق گھوڑے پر سوار سامنے سے آتا ہوا نظر آیا' جب قریب آیا تو اس نے اپنے کو حجاب میں کرلیا اور چیخ کر کہا: کیا تم لقمان ہو؟ حضرت لقمان نے اثبات میں جواب دیا' گھوڑ سوار نے پوچھا: تمہارے بیٹے نے کیا کہا ہے؟ حضرت لقمان نے دریافت فرمایا: تم کون ہو؟ انہوں نے کہا: میں جبرئیل ہوں' مجھے اللہ نے آج اس شہر کو دھنسا دینے کا حکم فرمایا تھا اور مجھے یہ بھی خبر ملی تھی کہ تم دونوں وہاں کا ارادہ رکھتے ہو' تو میں نے اللہ سے دعا کی کہ ان دونوں کو کسی طرح وہاں پہنچنے سے روکا جائے' چنانچہ اللہ تعالیٰ نے تم دونوں کو اس لڑکے کی مصیبت کے ذریعہ روک دیا' ورنہ تم رو کے نہ جاتے اور تم قبل از وقت اس مقام پر پہنچ جاتے تو خدا کے فیصلہ' عذاب سے تم بھی نہ بچ پاتے۔ اس کے بعد حضرت جبرئیل نے اپنا ہاتھ لڑکے کے پاؤں پر پھیرا' تو وہ سیدھا کھڑا ہوگیا' پھر انہوں نے ان دونوں کو پرندوں کی طرح اڑاتے ہوئے ان کے مقام پر پہنچا دیا۔ (اتحاف السادۃ ج ۱۲ ص ۵۳۴)

غرض اللہ کا کوئی کام' کوئی عمل حکمت سے خالی نہیں' مگر انسان عجلت پسند ہے' وہ گھبرا اٹھتا ہے' پریشان ہوجاتا ہے اور نہیں جانتا کہ اس واقعہ میں اس کے لئے کیا خیر پوشیدہ ہے؟ اللہ کس دور میں کیا نظام پسند کرتا ہے؟ کس قوم کو کس پر مسلط کرتا ہے؟ کس کے ذریعہ ایک دور کو ختم کرتا ہے اور دوسرے دور کو جنم دیتا ہے؟ اور کون سا دور کس قوم کے لئے کس طور پر مفید ہوگا اور کس طور پر نقصان دہ؟ ان تمام کے اسباب وعلل اور اسرار ورموز کو اللہ کے سوا کون جان سکتا ہے؟ انسان جن حالات میں پیدا ہوتا ہے اور پروان چڑھتا ہے اور جن اشخاص و مناظر سے اس کا سامنا ہوتا ہے اس کے فہم ومطالعہ میں بھی وہ بار بار ٹھوکریں کھاتا ہے' تو یہ پورے کائناتی نظام کے اسرار وحقائق کو وہ کیونکر سمجھ سکتا ہے؟ جب کہ اس کے دل ودماغ اور فکر وخیال میں وہ توانائی نہیں' وہ ایک کمزور مخلوق ہے' انسان کو پیدا کرنے والا خود کہتا ہے:

"وخلق الانسان ضعیفا."

(النساء:۱۲۸)

ترجمہ: "اور انسان کمزور پیدا کیا گیا۔"

پھر ایک کمزور اور لاعلم انسان اگر کوئی بات نہیں سمجھ پاتا تو پریشان کیوں ہوجاتا ہے؟ اسے علم الٰہی پر محول کیوں نہیں کردیتا کہ جو ہو رہا ہے اس میں ضرور کوئی خیر پوشیدہ ہے۔

☆☆............☆☆

غلبہ:

خلیفہ ہارون رشید' نہایت حاضر جواب تھا' ایک روز اس نے کہا کہ میری تمام عمر میں تین شخصوں نے گفتگو میں مجھ پر غلبہ حاصل کیا۔

اول مادر فضل سہیل جو کہ اس کے ماتم میں نہایت گریہ وزاری کرتی تھی' میں نے اس سے کہا کہ اس کے بجائے میں تیرا بیٹا ہوں اور تجھ کو زیادہ عزت و احترام اور آسائش وآرام کے ساتھ رکھوں گا' اس نے کہا: ایسے فرزند کی موت پر جس کے باعث مجھے تیرے جیسا با اقبال وفرمانبردار فرزند ہاتھ آئے' کیوں گریہ وزاری نہ کروں۔

دوسرے ایک سیاح نے مصر میں دعویٰ پیغمبری کیا اور کہا کہ میں موسیٰ بن عمران ہوں' اس کو میرے پاس لایا گیا میں نے کہا کہ موسیٰ بن عمران کے پاس تو معجزات تھے ید بیضا اور عصا وغیرہ تو بھی کوئی معجزہ دکھا۔ اس نے کہا کہ موسیٰ نے معجزات اس وقت دکھلائے تھے جب فرعون نے دعویٰ خدائی کیا اور کہا: انا ربکم الاعلیٰ تو بھی یہ دعویٰ کرتا کہ میں معجزات دکھاؤں۔

تیسرا ایک علاقے کے کچھ دہقان میرے پاس اس علاقہ کے حاکم کی شکایت لائے میں نے کہا وہ شخص تو عالم وعادل اور پارسا اور امین ہے۔ انہوں نے کہا واجب ہے کہ اس شخص کے عدل کا فائدہ تمام خلق کو پہنچایا جائے نہ کہ صرف ہم ہی اس کے فائدے کے ساتھ مخصوص رکھے جائیں اور دوسرے لوگ اس کے عدل وامانت اور علم وپارسائی کے فوائد سے محروم ہیں۔

علمآ حق نے وراثت نبوت کا حق کس طرح ادا کیا

مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

دین خالص:

علمائے حق' حضرات انبیاؑ علیہم الصلوٰۃ والسلام کے وارث وجانشین ہیں:

"العلماء ورثۃ الانبیاء" (صحیح بخاری)

ان کی وراثت اور نیابت اسی وقت صحیح اور مکمل ہوگی' جب ان کی زندگی کا مقصد' اور ان کی کوششوں کا مرکز وہی ہوگا جو انبیاؑ کرام کا تھا' وہ مقصد زندگی اور وہ مرکز سعی وعمل کیا ہے؟ دولفظوں میں "دین خالص" یا ایک لفظ میں "توحید" یعنی اللہ تعالیٰ کی خالص عبادت' اور کامل اطاعت' جو تنہا اسی کا حق ہے' اس کو اپنی ذات سے عمل میں لانا' اور دوسروں میں اس کے لئے جدوجہد کرنا "الا للہ الدین الخالص' ویکون الدین للہ"

"اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی پیغمبر نہیں بھیجا مگر اس کو یہی حکم بھیجا کہ میرے سوا کسی کی بندگی نہیں' پس میری ہی بندگی کرو۔" (انبیاء رکوع ۲)

دین خالص سے غفلت:

دین الٰہی سے انحراف کا ایک عام سبب غفلت ہے' اللہ سے بے تعلقی اور اس کے احکام وفرائض کی طرف سے بے توجہی کا سبب ہمیشہ بغاوت وکفر ہی نہیں ہوتا' بلکہ اکثر اوقات دنیا پرستی اور مادیت ہوتی ہے' عزت وجاہ کا سودا' دولت کا عشق اور معاش میں سرتاپا انہماک آدمی کو معاد سے بالکل غافل کردیتا ہے' مادیت کا ایسا غلبہ ہوتا ہے کہ سرے سے نجات کا خیال' رضائے الٰہی کے حصول کا شوق اور اس کے عذاب کا خوف دل سے بالکل نکل جاتا ہے' اور کھانے پینے اور پہننے کے سوا دنیا میں کوئی فکر باقی نہیں رہتی' خدا سے غافل لوگوں کی صحبت اور گناہوں اور عیش میں انہماک دل کو ایسا مردہ کردیتا ہے کہ اخلاقی حس باطل ہوجاتی ہے' نیک وبد اور حلال وحرام کی تمیز جاتی رہتی ہے' ایسے غافل اپنے اخلاق واعمال' سیرت وکردار' معاشرت و آداب اور وضع وصورت میں کافروں اور اللہ کے باغیوں سے کچھ زیادہ مختلف نہیں رہتے' شراب کے بے تکلف دور چلتے ہیں' منہیات ومحرمات کا آزادی سے ارتکاب کیا جاتا ہے' جرائم اور فسق وفجور میں نئی نئی ایجادات کی جاتی ہیں اور ان میں ایسی ذہانت اور ہنرمندی کا اظہار کیا جاتا ہے کہ پرانی امتیں ان کے سامنے مات ہوجاتی ہیں' شرع ودین کی کوئی حرمت باقی نہیں رہتی' ایسی خدا فراموشی اور خود فراموشی طاری ہوجاتی ہے کہ بھول کر بھی خدا یاد نہیں آتا اور اپنا بھی حقیقی ہوش نہیں رہتا۔

"ان لوگوں کی طرح نہ ہو' جنھوں نے اللہ کو بھلادیا' اللہ نے ان کو خود فراموش بنادیا۔" (حشر رکوع ۳)

یہی وہ لوگ ہیں جن کا حال اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیان کیا ہے:

"بے شک جو لوگ ہم سے ملنے کی امید نہیں رکھتے اور دنیا کی زندگی پر مگن اور مطمئن ہیں اور جو لوگ ہماری نشانیوں سے غافل ہیں۔" (یونس ع ۱)

نتیجتاً وعملاً ایسے غفلت شعار اور آخرت فراموش' منکرین آخرت اور اللہ تعالیٰ و رسول سے بغاوت کرنے والوں سے ممتاز نہیں ہوتے' پیغمبروں کی دعوت کے لئے ان کا وجود بھی اسی قدر بے سود اور بعض اوقات سنگ راہ ہوتا ہے' جس طرح مکذبین و منکرین کا اور بعض اوقات یہ مدعیان اسلام' اسلام کے خلاف حجت اور تبلیغ اسلام کی راہ میں رکاوٹ بنتے ہیں' پھر اس سے زیادہ بدقسمتی کی بات یہ ہوتی ہے کہ یہ غافلین یا منافقین اپنی کثرت یا دنیاوی لیاقت یا کوششوں یا محض وراثت سے مسلمانوں کی مسند حکومت پر قابض ہوجاتے ہیں اور مسلمانوں کی امامت ان کے ہاتھ میں آجاتی ہے یا مسلمانوں کی

زندگی میں اتنا اثر و رسوخ پیدا کر لیتے ہیں کہ ان کے اخلاق و اعمال عوام کے لئے نمونہ بن جاتے ہیں اور ان کی عظمت اور وقعت دل و دماغ میں جاگزیں ہوجاتی ہے اس وقت ان ''اکابرین مجرمین'' کی وجہ سے غفلت و خدا فراموشی اور غیر اسلامی زندگی کا ایسا دور دورہ ہوجاتا ہے کہ مسلمانوں کی عملداری میں جاہلیت کی حکومت قائم ہوجاتی ہے اور بعض اوقات اس طرز زندگی کو کچھ زیادہ مدت گزر جاتی ہے تو اسی کا نام اسلامی تہذیب وتمدن پڑجاتا ہے جس کی مخالفت غیر اسلامی تمدن سے زیادہ مشکل ہوتی ہے۔

ان تمام حالات میں پیغمبروں کے جانشینوں کو کام کرنا پڑتا ہے شاید انسانوں کی کوئی جماعت اتنی مشغول اور فرائض و ذمہ داریوں سے اتنی گراں بار نہیں جتنی نائبان رسول اور علماء و مصلحین اسلام کی جماعت ہے جسمانی امراض کے طبیبوں کو بھی کبھی آرام اور فرصت کا موقع میسر آجاتا ہوگا لیکن ان اطبا روح کے لئے کوئی موسم اعتدال وصحت کا نہیں بہت سی جماعتیں ایسی ہیں کہ جب ان کی اپنی حکومت قائم ہوجاتی ہے تو ان کی جدوجہد ختم ہوجاتی ہے اور ان کا مقصود حاصل ہوجاتا ہے لیکن علماء حق اور ''قوامین للہ شھدآء بالقسط'' (اللہ کی طرف سے منتظم اور انصاف کے گواہ) جماعت کا کام بعض مرتبہ مسلمانوں کی حکومت میں ختم ہونے کے بجائے کچھ بڑھ ہی جاتا ہے کچھ چیزیں ہیں جو حکومت و طاقت اور دولت و فراغت ہی کے زمانہ میں پیدا ہوتی ہیں اور علماء اسلام ہی کا فرض ہوتا ہے کہ ان کی نگرانی کریں وہ اپنے فریضہ احتساب نگرانی اخلاق اور دینی رہنمائی کے منصب سے سبکدوش نہیں ہوتے اس وقت بھی ان کا جہاد اور ان کی جدوجہد جاری رہتی ہے کہیں مسلمانوں کی مسرفانہ زندگی پر روک ٹوک کر رہے ہیں کہیں سامان عیش وغفلت پر ان کی طرف سے قدغن ہے کہیں چوری کی شراب کو گرفتار کیا ہے اور اس کو انڈیل رہے ہیں کہیں باجوں اور موسیقی کے آلات کو توڑ رہے ہیں کہیں مردوں کے لئے ریشم کے لباس اور سونے چاندی کے برتنوں کے استعمال پر چیں بجبیں ہیں کہیں بے حجابی اور مردوں وعورتوں کے آزادانہ اختلاط پر معترض ہیں کہیں حماموں کی بے قاعدگیوں اور بداخلاقیوں کے خلاف آواز بلند کر رہے ہیں کہیں اپنے زمانہ کی خلاف اخلاق اور خلاف شرع باتوں اور عادتوں کے خلاف وعظ کہہ رہے ہیں کہیں غیروں اور عجمیوں کی عادات وخصوصیات اختیار کرنے پر ان کی طرف سے مخالفت ہے کبھی مسجدوں کے صحن اور مدرسوں کے ایوانوں میں حدیث کا درس دے رہے ہیں اور ''قال اللہ اور قال الرسول'' کی صدا بلند کر رہے ہیں اللہ کی محبت و اطاعت کا شوق پیدا کر رہے ہیں اللہ کی محبت وطاعت کا شوق پیدا کر رہے ہیں امراض قلب حسد تکبر حرص دنیا اور دوسرے نفسانی اور روحانی امراض کا علاج کر رہے ہیں کبھی منبر پر کھڑے ہوئے جہاد کا شوق دلا رہے ہیں اور اسلامی سرحدوں کی حفاظت یا اسلامی فتوحات کے لئے آمادہ کر رہے ہیں پوری اسلامی تاریخ میں آپ کو زندہ اور ربانی علماء جو حکومت وقت کے دامن سے وابستہ نہیں تھے یا حقیر جھگڑوں میں مشغول نہیں تھے انہیں مشاغل میں منہمک نظر آئیں گے اور مسلمانوں کا کوئی دور حکومت ان علماء حق اور ان کی جدوجہد سے خالی نہیں رہا۔

بنی امیہ کا دور مسلمانوں کا شاہانہ عہد ہے بظاہر مسلمانوں کو تمام کاموں سے فرصت ہوگئی ہے مگر علماء کو فرصت نہیں حضرت حسن بصریؒ کی مجلس وعظ گرم ہے جس میں اپنے زمانہ کی منکرات و بدعات کے خلاف تقریر ہورہی ہے اپنے زمانہ کی معاشرت نظام اور اہل حکومت کی بے دینی پر تنقید ہے نفاق کی علامات اور منافقین کے اوصاف وسیع پیرایہ میں بیان ہورہے ہیں اور موجودہ زندگی پر ان کو منطبق کیا جارہا ہے خشیت الٰہی اور آخرت کا بیان ہے جس سے آنسوؤں کی جھڑیاں لگ گئی ہیں اور روتے روتے حاضرین کی ہچکیاں بندھ گئی ہیں سورۂ فرقان کے آخری رکوع ''وعباد الرحمن الذین یمشون علی الارض ھونا'' کی تفسیر ہورہی ہیں اور صحابہ کرامؓ کے چشم دید حالات اور واقعات اس طرح بیان کئے جارہے ہیں کہ اس مبارک دور کی تصویر کھنچ گئی ہے اور صحابہ کرامؓ چلتے پھرتے نظر آرہے ہیں لوگ مجلس سے توبہ کرکے اٹھتے ہیں اور سینکڑوں آدمیوں کی اصلاح حال ہورہی ہے۔

بنی عباس کا دور ہے اور امام احمد بن حنبلؒ شاہ وقت کے ذوق ورجحان اور مسلک کے خلاف مذہب اعتزال کی صاف صاف تردید کر رہے ہیں اور بدعات کا رد اور سنت کا اعلان کرتے ہیں۔ علم کلام اور فلسفہ کے بڑھتے ہوئے رجحان کے مقابلہ میں خالص سنت اور عقائد سلف کی تبلیغ فرمارہے ہیں اور یہ سب اس جرأت واطمینان کے ساتھ کہ گویا مامون و معتصم کی حکومت نہیں ہے بلکہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی خلافت ہے۔

بغداد اپنے اوج پر اور بغداد کی تہذیب دولت اور بے فکری اور آزادی عروج پر ہے ہر طرف عیش وغفلت کا سمندر رواں ہے کرخ و رصافہ کے میدانوں میں اور مسجدوں کے سامنے میلے لگے ہوئے ہیں بازاروں میں بڑی چہل پہل ہے لیکن سینکڑوں آدمی

ان تمام دلچسپیوں اور تفریحات سے آنکھ بند کئے ایک طرف چلے جارہے ہیں' آج جمعہ کا دن ہے محدث ابن جوزیؒ کا وعظ ہے' سینکڑوں آدمی تائب' اور بیسیوں غیر مسلم مسلمان ہو رہے ہیں' لوگ خلاف شرع امور سے توبہ کررہے ہیں۔

ایک طرف اسی پُر شور اور ہنگامہ زدہ بغداد میں نہایت سکون و اطمینان کے ساتھ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا درس' وعظ اور روحانی فیض جاری ہے' جس سے عرب وعجم کے لوگ فائدہ اٹھا رہے ہیں' بڑے بڑے امراء اور شہزادے اپنے عیش و دولت کو خیرباد کہہ کر زہد وفقر کی زندگی اختیار کرتے ہیں' بڑے بڑے سرکش اور نشۂ دولت میں مخمور تائب ہوتے ہیں' خلافت عباسی کے عین دارالخلافہ میں اور خلیفہ بغداد کی حکومت کے بالکل مقابل اس درویش کی روحانی اور دینی حکومت قائم ہے' جس کا سکہ عرب وعجم پر رواں ہے۔

بعد کے تمام عہدوں میں' اور حکومت اسلامی کے تمام اطراف واکناف میں' سلاطین و امراء کے بالمقابل اور تمام دوسری دلچسپیوں' دعوتوں' تحریروں اور مشاغل کے ساتھ علمائے حق کی یہ کوششیں اور ان کے مرکز' مساجد' مدارس' خانقاہیں' مجالس وعظ و باضابطہ اور بے ضابطہ احتساب جاری رہا۔

علمائے حق کا یہی بدقسمت یا خوش قسمت گروہ ہے جس کو مسلمان بادشاہوں اور ان کے کارکنان حکومت کے ہاتھوں (جبکہ دوسروں کو سیم وزر کی تھیلیاں اور عہدوں کے پروانے ملتے تھے) دارو رسن اور تازیانے کے انعامات ملے' اسی گروہ کے کتنے افراد کو ایک مسلمان حاکم (حجاج) کے ہاتھوں شہادت کا سرخ خلعت ملا' پھر اسی گروہ کے ایک مقتدر فرد (حضرت امام ابوحنیفہؒ) کو امیر المومنین منصور عباسی کے ہاتھوں زہر کا جام نوش کرنا پڑا' پھر اسی گروہ کے دوسرے امام (حضرت امام احمد بن حنبلؒ) کو سب سے بڑے روشن خیال مسلمان بادشاہ (مامون) کے زمانہ میں پابہ جولاں اور اسیر زنداں ہونا پڑا' اور اس کے جانشین (معتصم) کے ہاتھوں تازیانے کھانے پڑے۔

آخر زمانہ میں بھی کیسے کیسے عادل و داد گر مسلمان فرمانرواؤں کے ہاتھوں کیسے کیسے جلیل القدر علماً پر بیداد ہوئی' جہانگیر کی زنجیر عدل مشہور ہے' مگر حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی کے پاؤں میں بھی زنجیر پڑی' اور ان کو اپنے اظہار حق کے صلہ میں گوالیار کے قلعہ میں محبوس ہونا پڑا۔

ان کارناموں اور خدمات کے علاوہ (جو حاملین دین اور محافظین شریعت کے فرائض منصبی ہیں) جن کو ہم اس حیثیت سے دفاعی کہہ سکتے ہیں کہ وہ شرک وکفر' بدعت اور غفلت کے مقابلہ میں اسلام کی حفاظت کی کوششیں ہیں اور دین کی مسلسل جدوجہد ہے' جو قیامت تک جاری رہے گی۔

"لایزال طائفة من امتی ظاهرین علی الحق لایضرهم من خذلهم (او کما قالؐ) الجهاد ماض الی یوم القیامة."

ترجمہ: "میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر اعلانیہ قائم رہے گا' کسی کے مدد نہ کرنے سے اس کو کچھ نقصان نہ پہنچے گا۔ جہاد قیامت تک جارہے گا۔"

لیکن ان کے علاوہ اور خدمتیں ہیں' جو ہر زمانہ کے علماً کے ذمہ ہیں' اور علماً ربانی ان کو انجام دیتے رہے ہیں۔

ا:...... اسلامی فتوحات سے کمتر اور مبلغین' صلحاً وصوفیہ اور بعض مسلمانوں کے اخلاق اور محبت کے اثر سے بیشتر مسلمانوں کے مفتوحہ ممالک میں لاکھوں آدمیوں نے اسلام قبول کیا' اور پوری پوری برادریاں اور بڑے بڑے خاندان اسلام میں داخل ہوگئے' لیکن ان کی تعلیم وتربیت کا کوئی انتظام نہ کیا جاسکا' اور ان پر اسلام کی تعلیمات کا کوئی اثر نہ پڑ سکا' یا اگر ان پر کوئی اثر پڑا تو ان کے بعد کی نسلوں میں یہ اثر باقی نہ رہ سکا' اور رفتہ رفتہ اس کے سوا ان کو کچھ یاد نہ رہا کہ ہمارے باپ دادا مسلمان تھے اور انہوں نے کسی زمانہ میں اسلام قبول کیا تھا اور سوائے اسلامی نام اور کلمہ طیبہ کے الفاظ کے ان کے پاس اسلام کا کوئی نشان باقی نہ رہا' کچھ دنوں کی اور بے توجہی کے بعد اسلامی نام بھی باقی نہ رہے اور کلمہ طیبہ بھی سینکڑوں میں سے چند کے سوا کسی کو یاد نہ رہا' مگر اپنے مسلمان ہونے کا اعتراف باقی رہا' پھر وہ بھی مٹنے لگا اور اس وقت باقاعدہ ان کا ارتداد عمل میں آنے لگا۔

ہندوستان جیسے ملک میں جہاں خاص حلقہ کے باہر اسلام کی بنیاد ہمیشہ کمزور رہی' اس کی بکثرت مثالیں ملتی ہیں' تقریباً ہر بڑے شہر سے کچھ فاصلہ پر اور ہندوستان کے تمام اطراف میں لاکھوں کی تعداد میں ایسی مسلمان قومیں اور برادریاں موجود ہیں' جن کو اسلام سے کچھ تعلق باقی نہیں رہا' دیہاتوں کی بڑی مسلمان آبادی ایسی ہے جو نئے سرے سے تبلیغ اسلام کی محتاج ہے' ان میں بکثرت ایسے "مسلمان" ہیں جو ہنوز عہد جاہلیت میں ہیں' اور ان کو بعثت نبویؐ کی خبر بھی نہیں' وہ اسلام سے اتنے بے خبر ہیں' جتنے دیہاتوں کے غیر مسلم فرائض' و احکام' اسلام کا ذکر چھوڑ کر بعض بڑے شہروں سے اطراف ونواح میں

ختم نبوۃ

ایسے مسلمان ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام نامی سے بھی واقف نہیں۔

بعض علمائے ربانی نے اپنے زمانہ میں' ان علاقوں اور دیہاتی رقبوں کی طرف توجہ کی اور بعض مسلمان قوموں اور برادریوں کو از سرِ نو مسلمان بنایا' ان میں تبلیغی دورے کئے' وعظ و نصیحت' اختلاط' آمد و رفت اور اپنے اخلاق و تالیف قلب سے ان کے دل مٹھی میں لئے' ان کو مرید کر کے ان کو توحید و اتباع سنت کے راستہ پر لگایا' شرک و بدعت سے تائب کیا' جاہلانہ رسمیں' غیر مسلموں کی وضع و صورت' اور کفر و جاہلیت کے شعار چھڑائے' ان میں اخلاق و انسانیت پیدا کی' پابند فرائض اور خوش اوقات بنایا' علم کا شوق دلایا' اور تعلیم کو رائج کیا' اور ان میں سے لائق افراد کو چھانٹ کر اور اپنے پاس رکھ کر ان کی تربیت و تعلیم کی' پھر ان سے اپنی قوم اور دوسری جماعتوں کی تبلیغ و اصلاح کا کام لیا' یہ تبلیغی کام' جو انبیا' علیہم الصلوۃ والسلام کے طریق کار سے سب سے زیادہ ظاہری مشابہت رکھتے ہیں' ان کے دوسرے کارناموں کے مقابلہ میں کسی طرح کم اہم نہیں۔

۲:......قرآن و حدیث اسلام کی طاقت کا اصلی سرچشمہ ہیں جن سے ہمیشہ طاقت اور روشنی حاصل کی جا سکتی ہے اور جن کے ذریعہ سے ہر زمانہ میں مسلمانوں کے کمزور سے کمزور ڈھانچہ میں روح پھونکی جا سکتی ہے' شرک و کفر' بدعت و غفلت کے خلاف سب سے کارگر حربہ' قرآن و حدیث کا علم اور ان کی اشاعت ہے' ان کا صحیح علم اور ان کی روشنی جس قدر پھیلتی جائے گی' کفر و جہالت کی تاریکیاں دور ہوتی جائیں گی' اس لئے ہزار تبلیغوں کی ایک تبلیغ ان کی نشر و اشاعت ہے۔

باقی صفحہ 24 پر

خوشخبری

حمد و ثنا اس ذات کے لئے جس نے اپنے لطف و کرم سے ہمیں یہ توفیق بخشی ک عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ترجمان ہفت روزہ ''ختم نبوت'' اور ماہنامہ ''لولاک'' کو اہل ایمان کے لئے انٹرنیٹ پر پیش کر سکے۔ انشاء اللہ! ہر ہفتہ کا تازہ شمارہ اور ہر ماہ کا تاز شمارہ آپ اسی پتہ پر ملاحظہ فرما سکیں گے۔

اس کے علاوہ اپنی آراء اور سوالات نیچے دیئے گئے ای میل ایڈریس پر بھیج سکتے ہیں:

http://www.weekly khatm-e-nubuwwat.clickhere2.net

http:www.lolaak.clickhere2.net

E-mail:qasimalikhan313@hotmail.com

علمائے اہل حدیث و دیگر اہل علم سے درخواست

الف.........عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے "**احتساب قادیانیت**" کے نا سے گزشتہ صدی کے مرحوم اکابر علمائے اسلام کی رد قادیانیت پر کتب کو شائع کرنا شروع کیا ہے۔ اس وقت تک سات جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ آٹھویں اور نویں جلد میں فاتح قادیان حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ کے رد قادیانیت پر جملہ رسائل کو یکجا کرنا مقصود ہے۔ نصف سے زائد رسائل پر جدید حوالہ اور تخریج کا کام مکمل ہو کر کمپوزنگ ہو رہی ہے۔

ب.........ہمیں اس وقت پریشانی اور مشکل یہ لاحق ہے کہ مولانا مرحوم کے یہ سات رسائل میسر نہیں آرہے:

(۱)......ہفوات مرزا (۲)...... صحیفہ محبوبیہ (۳)...... زار قادیانی (۴)...... قادیانی مباحثہ دکن (۵)...... تفسیر نویسی کا چیلنج اور فرار (۶)...... تحفہ احمدیہ (۷)...... مکالمہ احمدیہ

آپ میں سے جن حضرات کے پاس یہ رسائل موجود ہوں اطلاع دیں ہم آدمی بھیج کر فوٹو کاپی کرالیں گے یا اگر ممکن ہو تو عمدہ فوٹو کرا کر ارسال فرمائیں۔

تمام خرچہ ہمارے ذمہ ہوگا۔ انتہائی ضروری دینی فریضہ سمجھ کر تعاونوا علی البر کے تحت تعاون فرمائیں۔ ہم پر بہت احسان ہوگا۔ واجرکم علی اللہ تعالیٰ!

جواب و رابطہ کیلئے: (مولانا) عزیز الرحمٰن جالندھری مرکزی ناظم اعلیٰ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان فون: 514122

ختم نبوۃ

زوال پذیر مغرب اور مستقل اسلام

مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی

اخلاق و کردار، انسانیت و شرافت، کمالات انسانی، بلند پایہ اخلاقی قدریں، یہ وہ بنیادی عناوین ہیں جن سے محرومی اور تہی دامانی آج کے مغرب کی سب سے بڑی پہچان اور اس کا سب سے بڑا المیہ ہے، مغرب کج فکری، بے راہ روی اور پریشان خیالی کے جس منحوس اور تیرہ و تار سے گزر رہا ہے اس نے اس کے شعور کو اس درجہ مردہ و بے جان کر دیا ہے کہ اسے یہ احساس نہیں کہ وہ کیا کچھ کر رہا ہے؟ اور اس کارکردگی کے انتہائی حیرتناک تیزی سے برآمد ہونے والے نامسعود نتائج کیا گل کھلا رہے ہیں؟ مغرب نے مختلف النوع سائنسی تجربات کے ساتھ ہی اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اپنی دشمنانہ مشکوک پالیسیوں کو نافذ کرنے کی کارروائی انجام دی، پھر اسی پر بس نہیں کیا بلکہ ہم آہنگ فطرت و خلقت اور باعث سعادت حیات اسلامی تعلیمات و تہذیب کو مسخ کرنے اور اس کی تصویر کو بگاڑنے کی کوششوں میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔

خلافت عثمانیہ کا سقوط و زوال بھی اصلاً انہی مجرمانہ سرگرمیوں و کارکردگیوں کا ثمرہ تھا جو اہل مغرب نے متحد ہو کر تہذیب اسلامی کے صاف شفاف چشموں کو خشک کرنے اور اس وسیع و عریض دنیا کے کسی بھی خطہ میں اسلامی حکومت کے قیام کے خواب وتمنا کو بے برگ و بار کرنے کے ناپاک عزائم کے ساتھ انجام دیا تھا۔ مذہب کو حکومت سے الگ کرنے اور عبادت و سیاست کا باہمی رشتہ توڑنے کا مغربی نعرہ اصلاً وہ ہتھیار اور ذریعہ تھا جسے مغربی قائدین اور لیڈروں نے محض اس لئے استعمال کیا تاکہ وہ اسلامی عقیدہ کو اس کے اصلی مفہوم اور تصور سے الگ کر ڈالیں، یہی وہ تصور ہے جو زندگی اور کائنات اور انسان سب کو ایک دوسرے سے مربوط کرتا ہے اور پوری انسانیت کے لئے سلامتی، سعادت اور امن و سکون کی ضمانت دیتا ہے اور نہایت راست اور پر امن راہ عمل دکھاتا ہے، اس حقیقت سے کوئی مفر نہیں کہ ان مغربی قائدین کو جدید و قدیم ہر زمانہ میں فرزندان اسلام کی ایک ایسی ٹیم تیار کرنے میں کامیابی میسر آئی جو مغربی تعلیم گاہوں اور اداروں کے ایسے ماحول و فضا میں مقیم تھے جہاں صلیبی عداوت و بغض کی بدبو سے پوری فضا متعفن و آلودہ تھی، چنانچہ سب سے پہلے مغربی مربیوں نے مختلف انداز و طریقوں سے اسلامی شریعت کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا کرنے اور ان کو ذہنوں میں پیوست کرنے کا کام انجام دیا۔ اس کے لئے انہوں نے کبھی علمی اسلوب اپنایا اور کبھی تہذیبی، کبھی فلسفیانہ اور عقلی طریقۂ کار اختیار کیا، اور اس منصوبہ کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے اس فن کے ماہرین سے رابطہ قائم کیا جنہوں نے بے انتہا حکمت عملی سے اپنے یہاں زیر تعلیم مسلم نوجوانوں کی ذہنیت و نفسانیت کو بدلنے اور ان کا رخ موڑنے کے لئے بڑی جدوجہد اور کاوشیں صرف کیں تاکہ یہ مسلم نوجوان اپنے اپنے علاقے میں اسلام دشمن، حاسد و کینہ پرور اساتذہ کے نمائندے اور ایجنٹ بن کر لوٹیں۔

یہ عملی پالیسی کسی فوری اور محدود ضرورت کے پیش نظر یا ہنگامی صورت حال میں مکمل نہ ہوئی، بلکہ اس پالیسی میں تدبیر و منصوبہ بندی کا وافر حصہ صرف ہوا اور انہوں نے اس کو مضبوط و قابل عمل بنانے کی راہ میں ہر طرح کی مشقتیں نہایت خندہ پیشانی سے برداشت کیں۔ گویا یہ پالیسی بڑی عرق ریزی اور کاوشوں کے بعد اپنی مکمل شکل میں نمودار ہوئی، اور پھر اسی کا نتیجہ تھا کہ یہ منصوبے اسلام کو ناقابل عمل مذہب قرار دینے کے مشن میں زبردست کامیابی سے ہمکنار ہوئے، اس مشن میں عیسائی مبلغین اور مستشرقین کے پروردہ گروپ شانہ بشانہ شریک رہے اور ایک دوسرے سے ہر طرح تعاون کرتے رہے، یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے پیغام اسلامی کے

ختم نبوۃ

دوام و آفاقیت' اس کے رواں دواں علمی کارواں کے قدم بہ قدم منزلیں طے کرنے اور اس فکری و نظریاتی حصار کے اردگرد شکوک وشبہات پیدا کرنے میں روز و شب ایک کردیئے اور نئی پود اور مسلم نوجوانوں کی عقلوں کو نشانہ بنانے اور راسخ العقیدہ مسلمانوں کو چیلنج کرنے کی ہر ممکن کوشش میں مصروف رہے اور اپنی ساری توانائیاں صرف کرتے رہے' واقعہ یہ ہے کہ اس قدر زور دشور سے جاری یہ سرگرمیاں اس بات کا پتہ دیتی ہیں کہ اسلام اور تہذیب اسلامی کے ان کینہ پرور حاسدوں کے دلوں میں اسلام کے دین فطرت ہونے' اس کے تمام نفسیاتی و جسمانی ضروریات اور تقاضوں کے ساتھ ہم آہنگ ہونے اور اس کے سامان سیرابی روح ودل ہونے کا پورا یقین جاگزیں ہے' ورنہ پھر وہ شعائر اسلام کو منہدم کرنے' ان کی صورت کو مسخ کرنے اور مغربی رہنماؤں کے لئے وفاداری اور محبت اور اسلامی مبلغین و داعیان کے لئے کینہ وحسد اور بغض کے مخفی جذبات رکھنے والی مسلم نوجوانوں کی ٹیم تیار کرنے کے لئے اس طرح کی شاطرانہ چالیں نہ چلتے' یہ وہ شدید بغض وعداوت ہے جس کا اشارہ قرآن کریم میں ملتا ہے:

"ان کی زبانوں سے شدت عداوت ظاہر ہوچکی ہے' لیکن ان کے دلوں میں جو دشمنی چھپی ہوئی ہے وہ اس سے کہیں بڑھ کر ہے۔"

اقتصادی' سماجی اور سیاسی میدانوں میں مغرب کے مادی نظریات روز بروز ماند پڑتے جارہے ہیں' ان کے تہذیبی فلسفے' مائل بہ زوال و انحطاط ہیں' ڈاروینی' فرویڈی اور مارکسی نظریات کا بطلان ثابت ہوچکا ہے' اور ان میں سے کسی بھی نظریہ وتہذیب کی بقاء کا جواز ہی باقی نہ رہا' چہ جائیکہ اس پر عمل اور اسے معاشرہ پر نافذ کرنے کا مسئلہ درپیش ہو۔ اسی وجہ سے مغرب کو بڑے خطرناک بحران وکشمکش کا سامنا ہے اور اس کا وہ رعب ودبدبہ رفتہ رفتہ ختم ہوتا جارہا ہے جو اس کے زیر اثر علاقوں میں بسنے والے باشندوں پر تھا۔ یہ راستہ اس لئے بے نور ہوچکا ہے اور وہ تہذیبی ایجادات وتبدیلیوں کا اعتراف و اعلان کرنے پر مجبور ہے تاکہ اسی بہانے سے اپنے رسوا کن موقف سے رستگاری حل سکے' اور وہ دنیا کے سامنے نئے عالمی نظام کے دلکش و جاذب موٹو اور ایسے مبنی بر ربا اقتصادی نظام کی تفصیلات پیش کرسکے جو اس کے موقف کی کمزوریوں و خامیوں کو چھپالیں اور نظریات و فلسفوں کی اس ذلت آمیز ناکامی پر پردہ ڈال دیں' جس کا اسے سامنا ہے لیکن تابکے! کب تک مادہ پرست مغرب اپنی کجی و انحراف کو چھپا کر تاریک و ظلمت زدہ کھائیوں اور سرنگوں میں سفر کرتا رہے گا؟

اسلام دشمن مغرب اور خصوصاً اسلام مخالف قیادت کے علمبردار یورپ و امریکہ نے اب اپنی پالیسی بدلنی شروع کردی ہے' اب اس کے لئے براہ راست اسلام اور تعلیمات اسلامی پر حملہ کرنا بے سود ثابت ہوا' اس لئے اس نے بغیر کسی رورعایت اور نرمی کے مسلمانوں کے وجود کو ختم کرنے کا طریقہ اپنالیا ہے۔ غالباً اس سے اس کا مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کی اجتماعی قوت وشوکت ختم کرنے اور اچانک ان کے جان و مال و آبرو پر بٹہ لگانے کی کوششیں ان میں ضعف و پست حوصلگی' ذلت وکمزوری پیدا کردیں گی' وہ بے حیثیت قوم بن کررہ جائیں گے جن کا کوئی مستقبل نہ ہوگا' چنانچہ ان کے جذبات سرد پڑ جائیں گے اور وہ ہمیشہ کے لئے ذلت وپستی اور زوال وانحطاط کی دلدل میں پھنسے رہ جائیں گے' اور مغربی قائدین کے لئے عالم اسلام اور اسلام کی دعوت کے مراکز پر حکم چلانے اور من مانی کرنے کے لئے فضا ہموار ہوجائے گی اور ان کے لئے راستہ صاف ہوجائے گا' یہ زہر آلود فکر آج کی امریکی اور یہودی طریقہ کار میں بہت صاف طریقہ پر نمایاں نظر آتی ہے' اسلامی ممالک کی زرخیز زمین کے مسائل و جامد معدنی خزانوں پر امریکہ اور مغرب کی رال ٹپک رہی ہے اور لالچ بھری نظروں سے وہ اسے بڑی بے صبری سے دیکھ رہے ہیں' دیدہ دلیری اس درجہ کو پہنچ چکی ہے کہ مغرب عالم اسلام کی قسمت کا فیصلہ کررہا ہے۔ عالم اسلام کی ایجادات ومصنوعات پر بلا استحقاق قبضہ جمارہا ہے' مسلمانوں اور اسلامی اقلیتوں کے ساتھ اس طرح کی غیر قانونی کارروائیاں دراصل اس اخلاقی زوال اور انسانی قدروں سے تہی دامنی کا جیتا جاگتا ثبوت ہیں جن سے دشمنان اسلام دوچار ہیں اور انہی ظالمانہ کارکردگیوں ہی نے انہیں عالم نو کا سپر پاور بنادیا ہے۔

اسلام دشمنی کی اس تیز وتند آندھی میں اللہ تعالیٰ کے بہت سے ایسے ہدایت یافتہ معزز بندے بھی ہیں جو اس حقیقت سے آشنا ہیں کہ فلسفوں' تہذیبوں اور نظریات کے اس بحر بیکراں میں تنہا اسلام ہی انسان کے لئے سفینۂ نجات وہدایت ہے' تمام مادہ پرستانہ اور فکری کشمکشوں سے انسانیت کو صرف اسلام بچاسکتا ہے اور اسلام ہی وہ دستور زندگی ہے جو روح کو ایمان و عمل کی غذا سے شاد کام کرتا ہے' اپنے پیروکاروں میں

ختم نبوۃ

حقیقت کی اسپرٹ بیدار کرتا ہے' اور انہیں دنیا و آخرت کی حسنات' روح و مادہ اور وسائل و مقاصد سب میں پورے توازن واعتدال کے ساتھ جامعیت کا سبق دیتا ہے' جیسا کہ قرآن میں فرمایا گیا ہے:

"لوگوں میں سے کچھ ایسے ہیں جن کی دعا یہ ہوتی ہے کہ: اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں کامیابی عطا فرما' حالانکہ آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہے اور کچھ ایسے ہیں جن کی دعا یہ ہوتی ہے: ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھی کامیابی عطا فرما اور آخرت میں بھی اور دوزخ کے عذاب سے بچا' یہی لوگ ہیں جنہیں ان کے کئے کا حصہ ملتا ہے اور اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔"

تاریخ انسانیت میں یہ پہلا موقع تھا جب اسلام نے عالمی طور پر ایمان کی بنیاد پر بھائی چارگی' ہر کلمہ گو کی خیرخواہی' انفرادی مصلحتوں و منفعتوں پر اجتماعی مصالح ومنافع کی ترجیح کا زریں اصول سکھایا جبکہ دیگر مادی تہذیبیں افراد و معاشرہ کے لئے جھوٹے اور غلط معیار قائم کرتی ہیں اور طاقت و کمزوری' رنگ و نسل' زبان و وطن کی تفریق کے کھوکھلے نعرے لگا کر نوع انسانی میں انتشار و امتیاز کی راہیں ہموار کرتی ہیں۔ یہی وہ تہذیبیں ہیں جو عصبیت اور نسل پرستی کے جذبات کو فروغ دیتی ہیں اور ہر حال میں طاقت کے سامنے سرتسلیم خم کرنے کا سبق سکھاتی ہیں' خواہ وہ طاقت کیسی ہی ہو اور اسی کی حقیقت کتنی ہی کمزور کیوں نہ ہو لیکن اسلام ہی وہ معتدل و راست مذہب اور زندہ و جاوید ولافانی دستور حیات ہے جو انسان کو ایمان و عمل صالح کے ذریعہ اس کے خالق و پروردگار سے جوڑتا ہے اور انسانوں کو اخوت و انسانیت کے اٹوٹ رشتہ میں باندھتا ہے' اس کے نزدیک کمال و برتری کا معیار صرف خوف الٰہی اور خشیت ربانی ہے:

"ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم"

ترجمہ: "تم میں سب سے معزز اللہ کی بارگاہ میں وہی ہے جو زیادہ اللہ سے ڈرتا ہو۔"

جیسا کہ حدیث شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کسی عربی کو عجمی پر اور کسی عجمی کو عربی پر کوئی برتری نہیں ہے' معیار کمال تقویٰ ہے' تم سب آدم کے فرزند ہو اور آدم مٹی سے پیدا کئے گئے ہیں۔" پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قومی وخاندانی عصبیت اور رنگ و نسل پرستی کے بارے میں فرمایا کہ یہ عصبیت ختم کرو' کیونکہ یہ بدبودار ہے۔

دشمنان اسلام کا یہ بے بنیاد الزام بھی بڑے شدومد سے اٹھا کہ اسلام علم جدید اور ٹیکنالوجی کا بڑا سخت مخالف ہے' لیکن اصحاب بصیرت و واقف کار حضرات بخوبی جانتے ہیں کہ اسلام ایمان کی پختگی اور علم کی گہرائی دونوں صفات کا جامع ہے اور کائنات کی نشانیوں' آسمان و زمین کی تخلیق اور روز وشب کی گردش میں غور وفکر کرنے کی صدا لگاتا ہے' کیونکہ کائنات کی ان نشانیوں میں اللہ کی وحدانیت اور کبریائی کے عظیم مظاہر ہیں۔ حقیقت یہی ہے کہ اسلام ہی روئے زمین پر نافذ ہونے والا پہلا وہ مذہب ہے جس نے علم کی فرمانروائی قائم کی اور اسے ہر نوع کی سربلندی وخوش بختی کا مرکز قرار دیا۔

اسلام ہی نے نبوت کی بنیاد علم پر رکھی' چنانچہ اپنے آخری رسول کو حکم دیا:

"پڑھئے اپنے پروردگار کے نام سے جس نے پیدا کیا' اس نے انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا۔ پڑھئے اور آپ کا رب معزز ہے جس نے قلم سے سکھایا' انسان کو وہ سکھایا جو وہ نہ جانتا تھا۔"

اسی طرح اسلام نے خلافت ارضی کا مدارو استحقاق علم پر رکھا' چنانچہ فرمایا:

"اور اس نے آدم علیہ السلام کو سارے نام سکھا دیئے' پھر ان کو فرشتوں کے سامنے پیش کیا اور کہا کہ اگر تم سچے ہو تو مجھے ان لوگوں کے ناموں سے آگاہ کرو۔"

اسلام کا سنجیدگی و توجہ سے مطالعہ کرنے والے ایک انصاف پسند مغربی فلسفی کا کہنا ہے کہ:

"مغرب میں تہذیب و تمدن کا آغاز اٹلی سے یونان و روم کے موروثی سرمایہ کی بدولت نہیں' بلکہ اس کا آغاز اسپین سے عرب کی اسلامی ثقافت وعلوم کی شعاع روشن ہونے کی وجہ سے ہوا' لیکن مغربی تہذیب نے عرب کے اسلامی علوم سے صرف سائنسی وسائل اور طریقے اور ٹیکنالوجی ہی اخذ کی اور اس عقیدہ کو چھوڑ دیا جو ان تمام علمی سرگرمیوں کا محور تھا' اور اس کا مرکزی نقطہ رضائے الٰہی تھا تاکہ علم انسانیت کی مستقل طور پر ہمیشہ خدمت کرتا رہے۔"

☆☆..........☆☆

سامراجیت کا نیا فلسفہ

مولانا واضح رشید ندوی

یہ دور اصطلاحات اور نظریات کا دور ہے' آئے دن نئی نئی اصطلاحات اور فلسفے وجود میں آتے ہیں اور موضوع بحث بنتے ہیں' اہل نظر ان اصطلاحات کی طرح طرح کی تشریح کرتے ہیں' بعض تشریحات پر غور کرنے سے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا پہلے ان اصطلاحات کو وضع کیا گیا یا اس فلسفہ کو جس کے لئے یہ اصطلاح وضع کی گئی؟ اس لئے کہ بعض اصطلاحات کا مفہوم زمانہ گزرنے کے بعد بھی واضح نہیں ہو پاتا' یہ شبہ ان کی مختلف تشریحات و توضیحات کی وجہ سے ہے سادہ لوح عوام کو ان کے سمجھنے میں دشواریوں کا سامنا ہوتا ہے اور وہ اس کے بارے میں مغالطے میں رہتے ہیں۔

انہی اصطلاحات میں آج کل جو اصطلاح موضوع بحث بنی ہوئی ہے خاص طور سے عربی اخبارات و رسائل میں اور اس کی تشریح میں موافق اور مخالف تصورات سامنے آرہے ہیں وہ گلوبلائزیشن کی اصطلاح ہے' اس سے پہلے نئے عالمی نظام کی اصطلاح رائج تھی' گلوبلائزیشن کی وضاحت کرتے ہوئے ایک مبصر نے اپنے ایک مقالہ میں لکھا کہ:

"اس کا مقصد کسی ملک کے تعین کے بغیر اقتصادی' معاشرتی' سیاسی اور ثقافتی امور میں واضح دخل اندازی کرنا ہے۔"

ایک دوسرے مبصر کے نزدیک اس کا مفہوم سوسائٹیوں' اداروں اور تنظیموں پر حدود و قیود کا نفاذ ہے۔ ایک اور دانشور اس کی اس طرح وضاحت کرتا ہے کہ یہ ایک نظریہ ہے جس کا مطلب دنیا پر تسلط قائم کرنا ہے' ایک مفکر نے اس کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس سے پوری دنیا پر ایک ملک کی اجارہ داری مقصود ہے' اس طرح بعض لوگوں کے خیال کے مطابق یہ ایک اقتصادی تحریک ہے اور بعض کے نزدیک محض معاشرتی و ثقافتی تحریک' اور کچھ کا کہنا ہے کہ یہ ایک سامراجی تحریک ہے۔

نئے عالمی نظام کی اصطلاح روس کے زوال اور امریکہ کی عالمی بالادستی کے بعد عام ہوئی' اس لئے امریکہ کے حلیف ممالک سخت زبوں حالی اور ضعف کا شکار تھے بلکہ یہ کہنا صحیح ہوگا کہ وہ جاں کنی کے عالم میں تھے' اس لئے انہوں نے امریکہ کی آغوش میں پناہ ڈھونڈھی اور چونکہ امریکہ کی طاقت و قوت سے ان کو بھی غذا ملتی تھی' اس لئے انہیں ایسا کرنا پڑا' جن ملکوں کا دنیا میں ایک لمبی مدت تک غلبہ رہا ہے ان کو بھی امریکہ کے آگے سپر انداز ہونا پڑا کیونکہ ان ملکوں پر ان کا کنٹرول ختم ہو گیا تھا' جن پر وہ عرصہ تک قابض تھے اور ان کی زبان و ثقافت اور قومی امتیازات کا نام و نشان مٹا دیا تھا' کہ ان کی جگہ امریکہ نے لی اور پوری دنیا میں اپنی قیادت و سیادت کے بارے میں اعلان کر دیا گیا کہ وہ اب پوری دنیا کی سب سے بڑی طاقت ہے' اور اب اسی کو یہ حق ہے کہ وہ دنیا کے اندر اپنا سیاسی اور اقتصادی نظام نافذ کرے جس کو تمام ممالک تسلیم کریں۔

دنیا پر اپنی بالادستی نافذ کرنے کے ساتھ ساتھ اسلامی خطرہ کا خیال اور ابھرا اور اس خیال کو بڑی اہمیت حاصل ہوئی' اس لئے کہ نئے عالمی نظام کا تصور پیش کرنے والوں نے یہ محسوس کر لیا کہ اسلام ایک مستقل عقیدہ اور ثقافت ہے' اور اس کا نظام حکم اور اقتصادی تصور مغربی تصور سے مختلف ہے' امریکی نظام صہیونی منصوبہ کے مطابق ہے جو قوموں کے استحصال اور ان کے اندر انتشار و افتراق پیدا کرنے والا ہے نیز وہ مادہ پرستی' فحاشی اور فریب دہی کا حامی و داعی ہے اور اسلام ہی تن تنہا ملحدانہ افکار' مادہ پرستی' اباحت پسندی اور غیر انسانی امور جن میں نہ تو کسی کے حقوق کا خیال کیا جاتا ہے اور نہ ہی اقدار و روایات کا' بلکہ ان کے نزدیک انسان کے ساتھ کسی بھی سلوک کا واحد مقصد ذاتی مفاد ہوتا ہے' اسلام جو انسانیت و اخلاق کا مذہب ہے' کیسے اس کا ساتھ دے سکتا ہے؟

اس میں شک نہیں کہ اسلام اس طرح کے سلوک کو کسی حال میں قبول نہیں کر سکتا' مغرب کے مفکرین

اسلام کے اس مزاج سے واقف ہیں' مغرب کے ایک مفکر نے ان دونوں نظاموں کے فرق کو ''تہذیبی تصادم'' کا عنوان دیا ہے' چنانچہ اس نے مغربی اور اسلامی تہذیب کے پیروکاروں کے مابین معرکہ آرائی کے خدشات ظاہر کئے اور یہ کوئی تعجب انگیز بات نہیں ہے' ان مفکرین نے اسلام کی تاریخ کا پورے طور پر مطالعہ کیا ہے' ان کے بڑوں نے اسلامی موضوعات پر پورے پورے کتب خانے قائم کر دیئے ہیں' خواہ ان کتب خانوں میں اسلام کی تصویر کو مسخ و آلودہ کرنے اور تحریف و جعل سازی کی کوشش کی گئی ہو' تاہم ان کے دل اسلام کے جوہر' عروج و ترقی کی صلاحیتوں اور دلوں کو مسخر کرنے والی اس کی ادا کو خوب جانتے ہیں' ان کو پتہ ہے کہ اسلام نے اپنے عہد زریں میں کیا کردار ادا کیا' اور کس طرح یورپ اس کی علمی' ثقافتی اور سیاسی زد میں آتے آتے رہ گیا۔ وہ اپنے قلم سے یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا' جبکہ پوری گہرائی و گیرائی کے ساتھ تاریخ اور قوموں کی نبض پر ان کا ہاتھ ہے' وہ پوری دنیا پر حکمرانی کر چکے ہیں اور وہ قوم و ملکوں کے مزاج آشنا ہیں' ان کی ثقافت' رجحانات' اور عناصر ترکیبی سے واقف ہیں' جو اسلامی فتح کے نتیجہ میں اسلام لائے ان کو دونوں کی تعداد کا بخوبی علم ہے' اور یہ بات عیاں ہے کہ بعض ملک کسی بھی مسلم مجاہد کے داخلہ کے بغیر اسلام کی آغوش میں آ گئے' ''عیاں راچہ بیاں'' خود مغربی مفکرین نے اسلام کی اس کشش کو تسلیم کیا ہے۔

اس وقت مسلم اقلیتی ملکوں میں اسلام بہت تیزی سے پھیل رہا ہے اور مسلمانوں کے اقلیت میں ہونے کی وجہ سے ان کے پاس اشاعت و تبلیغ کے جدید وسائل بھی نہیں ہوتے اور ان کو ملک میں کوئی مقام و مرتبہ اور عہدہ و منصب بھی حاصل نہیں' وہ کمزور و پسماندہ ہیں اور آزمائشوں سے دوچار ہیں اور جہاں بھی مسلمان اکثریت میں ہیں یا اقلیت میں ہیں وہاں ابتلاء و آزمائش ان کا نصیب بن چکی ہیں' ان پر پابندیاں لگائی جاتی ہیں اور ملک کی ترقی و ترویج کے منصوبوں میں حصہ لینے سے ان کو باز رکھا جاتا ہے اور ان کو بدنام کرنے اور لوگوں میں ان کی شکل کو بدنما کرنے کے لئے ان پر طرح طرح کے الزامات عائد کئے جاتے ہیں' لیکن پھر بھی اس سے بڑھ کر تعجب خیز بات کیا ہو سکتی ہے کہ یورپ میں خود عورتیں اسلام کے سائے تلے آ رہی ہیں' جب کہ اسلام پر یہ الزام رہا ہے کہ وہ عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کرتا' ان پر ظلم و زیادتی کرتا ہے لیکن ان کے اسلام لانے کے بعد اخبارات جب مؤمنات کے تاثرات کو نقل کرتے ہیں تو وہ یہ ہوتا ہے کہ اسلام میں آ کر انہوں نے زندگی کی حقیقت و سعادت کو پا لیا ہے اور اسلام سے پہلے کی ان کی زندگی حرماں نصیبی اور شقاوت کی زندگی تھی۔

بعض عالمی ایجنسیوں کے مطابق اس وقت پوری دنیا کے مذاہب میں سب سے تیز پھیلنے والا مذہب اسلام ہے اور یورپ کو اچھی طرح معلوم ہے کہ اسلام کو ڈھانے اور اس کو پسپا کرنے کے لئے کن آلات و وسائل کی ضرورت ہے اور ان کو معلوم ہے کہ ان کے ماسبق لوگوں نے اسلام کی بیخ کنی کے لئے کن وسائل کو اپنایا' انہیں پتہ ہے کہ مسلمانوں کی شوکت و دبدبہ اور ان کی قیادت و سیادت میں کیا چیز ان کے لئے ممد و معاون ہے' یورپ نے اپنے دور سامراجیت میں مسلمانوں کے تشخص کو مٹانے' ان کو ذلیل و رسوا کرنے' ستانے اور ان کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکنے کے لئے جو وسائل اختیار کئے وہ کیا تھے' پھر اس کے بعد مسلمانوں نے اپنی تہذیب و ثقافت پر آنچ نہ آنے دینے اور ہر حال میں دین کی حفاظت کرنے کا عزم کر لیا' اس وقت یورپ نے اسلام کا خوب مطالعہ کیا اور انہوں نے اسلام کو اچھی طرح سمجھا' وہ دوسروں کو فریب میں ڈالنے کی کوشش ضرور کرتا ہے لیکن حقیقت میں وہ اسلام اور مسلمانوں کی تاریخ کو جانتا ہے' اس کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ اس کی ہدایت و روشنی سے محروم ہے تو اس سے ڈرے' لیکن اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اپنے دشمنوں میں سے ہدایت نصیب کرتا ہے' آپ دیکھئے کہ ان میں سے روزانہ ایک بڑی تعداد اسلام میں داخل ہو رہی ہے۔

اگر دین اسلام میں نئے داخل ہونے والوں کی تعداد فزوں ہونے کو اسلام کے خطرے سے تعبیر کیا جائے تو یہ عجب بات نہیں ہے' کیونکہ اسلامی سرگرمیوں پر پابندی عائد کرنے کے بعد یہ حقیقت سامنے آ رہی ہے کہ مغرب کی ہنگامہ آرائی سے قبل اتنی بڑی تعداد میں لوگ دین اسلام میں داخل نہیں ہو رہے تھے جتنے اب ہو رہے ہیں۔

اس وقت سارے جہاں میں دو طرح کے رجحان پائے جاتے ہیں' ایک اسلام کا حقیقت پسندانہ مطالعہ' اور زندگی میں اس کے بہتر کردار کا رجحان جو معروف و مشہور طرز فکر ہے اور اس کا روز روشن کی طرح پوری دنیا میں مشاہدہ کیا جا سکتا ہے' دوسرا طرز فکر دنیا کے اندر مسلمانوں پر مختلف پہلوؤں سے ظلم و زیادتی کرنے کا ہے' کہیں تو ان پر دہشت گردی کا الزام عائد کیا جاتا ہے' جب وہ اسلامی دستور کے مطابق اپنے شرعی حقوق کا مطالبہ کرتے ہیں' جس سے وہ محروم کئے جا چکے ہیں' تو ان کا احتجاج و مطالبہ دہشت گردی ہو جاتا ہے اور جب وہ اپنے اوپر ظلم و سرکشی کا مقابلہ و دفاع کرتے ہیں تو یہ بچاؤ بھی دہشت گردانہ عمل شمار ہوتا ہے' یہاں تک کہ دینی ادارے' جو اخلاقی تعلیم کی دانش گاہ

ختم نبوۃ

اور تربیت نفس' صبر و بردباری قناعت و خودداری اور حقوق انسانی کی رعایت کے قلعے ہیں' انہیں دہشت و فساد برپا کرنے والوں کی پناہ گاہ شمار کیا جاتا ہے۔

بعض مقامات پر مسلمان بکثرت ظلم و زیادتی کا نشانہ بنتے ہیں' اس لئے کہ وہ اپنے سیاسی حقوق کا مطالبہ کرتے ہیں اور قومی زندگی میں وہ شریک ہونے کے خواہاں ہوتے ہیں تو ان کو علیحدگی پسند اور نسل پرست کہا جاتا ہے' اور حقیقت یہ ہے کہ محض اس وجہ سے ان کو حقوق سے محروم کر دیا جاتا ہے کہ وہ مسلمان ہیں یا ان کی نسبت و بنیاد اصل کی طرف ہے جبکہ یہ سوچنے والے خود نسل پرست اور متعصب ہوتے ہیں اور ان کا یہ طرز فکر اس کا کھلا ہوا ثبوت ہے۔

بعض جگہوں پر مسلمان اس لئے مظلوم ہے کہ وہ اپنے تشخص اور ملی شناخت کو باقی رکھنا چاہتا ہے' وہ چاہتا ہے کہ شوکت و احتشام اور احترام و عظمت کی زندگی بسر کرے اور اپنے دین کے بتائے ہوئے راستے پر چلے اس لئے وہ محرمات کو چھوڑتا اور حلال کردہ چیزوں کو کھانے پینے' لباس وغیرہ میں اپناتا ہے' تو اس پر تہذیب و ثقافت کے مخالف اور اس کے دشمن ہونے کا الزام عائد ہو جاتا ہے' اور بہر صورت اسی مادی دھارے میں بہہ پڑنے پر اس کو مجبور کیا جاتا ہے لیکن اس کارروائی کو ظلم و زیادتی' جبر و زبردستی اور بنیادی حقوق اور آزادی کا مخالف شمار نہیں کیا جاتا ہے۔

مغرب نے نئے عالمی نظام کے ذریعہ پوری دنیا پر اپنے سیاسی' ثقافتی و اقتصادی تسلط کی آرزو کی تھی اور اس نئی اصطلاح گلوبلائزیشن کے ذریعہ اس نے شطرنج کا دوسرا مہرا رکھ دیا ہے' یہ ہے امریکی تہذیب میں اپنے تمام امتیازات و خصوصیات کو ضم کرنے کا منصوبہ' اس میں وہی تحلیل ہو سکتا ہے جس کا نہ کوئی مذہب ہے' نہ ثقافت' نہ ہی اس کی قابل فخر تاریخ ہے اور نہ ہی اس کے اندر ضم ہونے کے خطرات سے آگاہ ہونے کی صلاحیت' لیکن جو مذہب و ثقافت سے آراستہ ہو' اس کی شاندار تاریخ اور اس کے اندر شعور و احساس جاگزیں ہو تو اس کے لئے اس حملہ اور یلغار سے چھٹکارا حاصل کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔

حد درجہ حیرت انگیز بات ہے کہ جب کوئی مغربی عقیدہ و اقدار اور تہذیب و ثقافت پر تنقید کرتا ہے تو اسے پسماندہ اور جدید ثقافتی وسائل کا مخالف قرار دیا جاتا ہے کہ وہ متمدن انسان کو جنگل کی زندگی گزارنے اور اونٹ پر سوار ہونے کی دعوت دے رہا ہے اور وہ جاہلانہ و تاریک زندگی بسر کرنے کا خواہاں ہے' لیکن درحقیقت یہ ایک خیال خام ہے' اپنے عروج کے زمانہ میں مسلمانوں نے ترقی کی اور ان میں علماء و فلاسفہ پیدا ہوئے اور بحث و تحقیق کے میدان میں انہوں نے نئے نئے انکشاف کئے' اور یورپ نے اپنی بیداری و عروج کے دور میں ان سے استفادہ کیا اور بعض حق پسند مغربی مفکرین نے ان کو یورپ کا استاذ قرار دیا' یہ بات سمجھ لینی چاہئے کہ تمدن صرف آلات و وسائل کا نام نہیں ہے بلکہ تمدن کا اطلاق انسانی سلوک' نظام زندگی اور اس کے عقائد و افکار پر ہوتا ہے' اور ہر تہذیب کا ایک خاص فلسفہ ہوتا ہے' جس کی روشنی میں اس کے ماننے والے زندگی بسر کرتے ہیں' اور کسی بھی تہذیب کا کوئی گوشہ اس فلسفہ سے خالی نہیں ہوتا' جیسے تعلیم' سیاست' اقتصاد اور سوسائٹی' اور وہ نظام جو ان ارکان پر مشتمل ہوتا ہے' اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے اس فلسفہ اور اس کی تطبیق کے سلسلے میں ماننے والوں کے رجحان و مزاج کو سمجھے اور اس کی رعایت کرے۔

☆............☆

بقیہ: علمائے حق

انبیاء کرام کی بڑی خصوصیت ان کی ہم آہنگی اور یک آہنگی ہے' یعنی وہ سب ایک بات کہتے ہیں اور ایک ہی بات کہتے رہتے ہیں' وہ کیا؟

"اے میری قوم! اللہ کی بندگی کرو'
تمہارا معبود اس کے سوا کوئی نہیں۔"
(سورہ ہود ع:۸)

ان کے جانشینوں کی بھی یہی خصوصیت ہوتی ہے کہ ان کی تمام کوششوں اور ان کی زندگی کے متنوع مشاغل کا ہدف بھی ایک ہوتا ہے جو "دعوت الی اللہ" ہے درس و تدریس' وعظ و تقریر' تبلیغ و تذکیر' تصنیف و تالیف' سلوک و تصوف' بیعت و ارشاد' سب سے غرض خلق خدا کو اللہ کی طرف بلانا' اللہ سے ملانا' اور اللہ ہی کا بنانا ہوتا ہے ان کے مشاغل متنوع' اور مختلف ہو سکتے ہیں' مگر سب کا مرکز اور مقصد ایک ہوتا ہے' وہ سب کچھ کہتے ہیں مگر درحقیقت ایک ہی بات کہتے ہیں اور بار بار کہتے ہیں:

فطرت کا سرود ازلی اس کے شب و روز
آہنگ میں یکتا صفت سورۂ رحمن

حضرت نوح علیہ السلام کی طرح وہ بھی ان مشاغل اور مختلف طریق تبلیغ کی طرف اشارہ کر کے کہتے ہیں:

"اے رب! میں بلاتا رہا اپنی قوم کو
رات اور دن' پھر میں نے ان کو بلایا برملا'
پھر میں نے ان کو کھول کر اور چھپ کر کہا'
چپکے سے۔" (سورۂ نوح ع۱)

یہ وعظ' یہ درس' اور یہ انفرادی و اجتماعی کوششیں' یہ ظاہری و مخفی تدبیریں' یہ تذکیر و تزکیہ اور یہ توجہات اور انفاس قدسیہ (سب دین کی دعوت و تبلیغ کے) اعلان و اسرار ہی کی شکلیں ہیں۔

www.amtkn.com www.facebook.com/amtkn313 www.emaktaba.info

ختم نبوۃ

”آسمانی نکاح“ کا انجام

ابوالقاسم مولانا رفیق دلاوری

کسی کی منکوحہ پر نظر رکھنا اور اس سے شادی کرنے کے منصوبے سوچنا شرافت سے نہایت بعید ہے۔ جب تک محترمہ محمدی بیگم اطال اللہ عمرہا کتخدا تھیں' اس وقت تک خواہش نکاح کا مسلمان کو حق پہنچتا تھا کہ ان کو رشتہ تزویج میں لانے کے لئے کوشاں ہوتا لیکن جب یہ پاکدامن خاتون کسی شریف آدمی کے پلّے بندھ گئی تو یہ کسی کے لئے شرعاً' عرفاً اور اخلاقاً روانہ تھا کہ پرائی عورت پر نظر رکھتا اور اس سے عقد کرنے کے اعلان کرتا' لیکن مرزا غلام احمد قادیانی نے اس غریب کا پیچھا نہ چھوڑا اور شادی ہوجانے کے بعد بھی وہ کامل دس سال تک اپنے اس مضحکہ خیز آسمانی نکاح کی خاک اڑاتے رہے۔ آخر بعض غیور مسلمانوں کی رگِ حمیت جنبش میں آئی اور وہ ایسی تدبیریں سوچنے لگے کہ جن سے اس بے چاری کو قادیانی ہرزہ سرائیوں اور فضیحت کوشیوں سے نجات دلائیں۔

انہی ایام میں لاہور سے ایک ہفتہ وار اخبار ”جعفر زٹلی“ نکلا کرتا تھا' جس کے مالک و ایڈیٹر ملّا محمد بخش قادری تھے۔ ملّا صاحب نے ایک ایسی مزیدار تدبیر نکالی جس نے مرزا صاحب کے چھکے چھڑا دیئے اور ان کے دماغ سے جنونِ عشق کے سارے کیڑے نکال دیئے۔ ملّا جی نے اپنے اخبار میں اعلان کیا کہ میں عنقریب نصرت جہاں بیگم سے' جو مرزا غلام احمد قادیانی کی بیوی ہیں' شادی کروں گا۔ اس اعلان کی تائید میں انہوں نے ایک لمبا چوڑا خواب بھی لکھ مارا' جس سے یہ مترشح ہوتا تھا کہ واقعی ملّا صاحب سے اہلیہ غلام احمد قادیانی کی شادی ہوئی ہے۔ (اشاعۃ السنہ)

جب یہ پیش گوئی اخبار ”جعفر زٹلی“ میں شائع ہوئی تو قادیان کے برخود غلط مسیحا صاحب بلبلا اٹھے اور انہوں نے اپنی کتاب ”تحفہ گولڑویہ“ میں لکھا کہ:

”جیسا کہ شریر مخالفین نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ماں پر بہتان لگایا' اسی طرح میری بیوی کی نسبت شیخ محمد حسین بٹالوی اور اس کے دلی دوست جعفر زٹلی نے محض شرارت سے گندی خوابیں بنا کر سراسر بے حیائی کی راہ سے شائع کیں' اور میری دشمنی سے اس جگہ وہ لحاظ اور ادب بھی نہ رہا جو اہل بیت آل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک دامن خواتین سے رکھنا چاہئے۔ مولوی کہلانا اور یہ بے حیائی کی حرکات' افسوس ہزار افسوس۔“

(تحفہ گولڑویہ' طبع سوم صفحہ ۱۰۶' ۱۰۷)

لیکن ظاہر ہے کہ اگر کسی شادی شدہ شریف خاتون سے نکاح کی خواہش کرنا اور شادی کے بعد بھی دس سال تک برابر پنجے جھاڑ کر اس کے پیچھے پڑے رہنا موجب توہین نہیں' تو پھر مرزا غلام احمد قادیانی کی بیوی میں کون سا سرخاب کا پر لگا ہوا تھا کہ اس سے شادی کرنے میں اس کی توہین متصور تھی' اور اگر اہل بیت کی پاک دامن خاتون سے خود مرزا غلام احمد قادیانی کا شادی کرنا خلاف ادب ولحاظ نہیں تھا تو پھر جعفر زٹلی کے عقد نکاح سے بھی سوءِ ادب اور اہانت کا کوئی پہلو نہیں نکل سکتا تھا۔

ممکن ہے کہ نصرت جہاں بیگم صحیح النسب سیدانی ہوں' لیکن اگر ایسا ہے تو بھی وہ ”قادیانی ملہم“ سے شادی کر کے اس شرف سیادت سے محروم ہو چکی تھیں:

ختم نبوۃ

پسرِ نوحؑ بابداں بہ نشست
خاندانِ نبوتش گم شد

پس ظاہر ہے کہ نصرت جہاں بیگم کی عزت و توقیر کسی ادنیٰ سے ادنیٰ مومنہ کے برابر بھی نہیں ہوسکتی' چہ جائیکہ وہ محترمہ محمدی بیگم کی برابری کرسکیں۔

داستان محبت کا اختتام:

الغرض ملا جی کا تیر ٹھیک نشانہ پر بیٹھا اور مرزا جی کی داستانِ عشق پورے سولہ سال کے بعد ختم ہوگئی۔ ملا جی کے سبق آموز اعلان کا فوری اثر یہ ظاہر ہوا کہ اس ''فرشتہ'' کی آمد و رفت بھی یک قلم موقوف ہوگئی جو ۱۸۸۶ء سے لے کر ۱۹۰۲ء تک یعنی سولہ سال سے مسلسل مرزا صاحب کے پاس یہ پیغام لا رہا تھا کہ محمدی بیگم سے تمہارا آسمانوں پر نکاح ہو چکا ہے اور عنقریب اسے اپنے بسترِ عیش پر دیکھو گے۔ میرا خیال ہے کہ ''فرشتہ'' نے اس کے بعد مرزا صاحب کو ان کے جیتے جی پھر کبھی منہ نہ دکھایا ہوگا' ورنہ وہ اس ذات شریف کو گلے سے پکڑ لیتے اور ٹینٹوا دبا کر کہتے کہ: ''کیوں بے گیدی کی دم! تو نے سولہ سال تک آسمانی وعدوں کے سبز باغ دکھا کر مجھے رسوائے خلائق کیا؟'' بہرحال اس کے بعد الہامی صاحب نے کبھی بھول کر بھی یہ نہ کہا کہ محمدی بیگم میری ہے یا میں اس کا ہوں۔

☆☆..................☆☆

ھدیہ نعت بحضور صلی اللہ علیہ وسلم

خواجہ محمد مصباح الدین راٹھور ایم اے

سید الکونین و فخر انس و جاں
وجہ تخلیق زمین و آسماں

عیسیٰؑ' مریمؑ نے دی جس کی نوید
رہگزر جس کی فلک پر کہکشاں

وہ تمنائے ذبیحؑ و ابراہیمؑ
مظہر نور ازل آخر زماں

چھوڑ کر جبریلؑ کو سدرہ نشیں
بڑھ گئے آگے سفیر لا مکاں

قاب قوسین فقط تمثیل ہے
قرب معبود و عبد ظاہر عیاں!

عرض و جوہر کا ہے ممکن اتحاد
کہہ رہی ہے علم و دانش کی زباں

واجب و ممکن میں ظاہر ہے تمیز
خالق و مخلوق ہیں یکساں کہاں؟

ریگ صحرائے عرب تیرے نصیب!
تو ہے مہمان عرش کی میزباں

توسن و راہوار کو سنگلاخ راہ
تیری نسبت سے حریر و پرنیاں

کیا سعادت ہے جو مصباح روزِ حشر
آپؐ کے دامن میں مل جائے اماں

مسلمان کا آپ حامی خدا ہے

امۃ اللہ تسنیم

زمانے کی حالت کہوں میں کہ کیا ہے
ہر اک خود پرستی میں یاں مبتلا ہے
نہ عقبیٰ کا ڈر ہے نہ پروائے دنیا
بس آرام اپنا ہر اک چاہتا ہے
جو دینی اخوت تھی کمیاب ہے وہ
یہاں اب تو بھائی سے بھائی جدا ہے
دلوں میں ہیں بغض و حسد کارفرما
ہر اک دوسرے کا برا چاہتا ہے
نہ عزت نہ دولت نہ حکمت ہے باقی
دماغوں میں لیکن تکبر بھرا ہے
بڑوں کی ہے عزت نہ چھوٹوں سے الفت
کہوں کیا زمانے کی بگڑی ہوا ہے
ہمیں ہے فقط عیب جوئی سے مطلب
جو کچھ رہ گیا ہے یہی رہ گیا ہے
گزرتی ہیں غفلت میں راتیں جہاں کی
صدائے جرس ہے نہ بانگ درا ہے
حوادث کے گرداب میں ہم پھنسے ہیں
سفینہ کوئی دم میں اب ڈوبتا ہے
ہوا اس زمانے کی اچھی نہیں ہے
ہوا و ہوس میں ہر اک گم ہوا ہے
جسے ناز تھا اپنے ہوش و خرد پر
وہ سر آج قسمت کے آگے جھکا ہے
خبر تو نہ لے گا تو مٹ جائیں گے ہم
ہے کشتی بھنور میں مخالف ہوا ہے
نگاہ کرم بے کسوں پر ہے لازم
الٰہی تری ذات کا آسرا ہے
پریشان تسنیم کیوں اس قدر ہے
مسلمان کا آپ حامی خدا ہے

REGD. NO. SS-160

کیا آپ نے کبھی غور کیا؟

قادیانی

ہمارے نوجوانوں کو ورغلا
کر مُرتد بنا رہے ہیں
اس مقصد کے لئے
وہ کروڑوں روپے پانی کی طرح بہا رہے ہیں

ختم نبوة

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کی بھرپور نمائندگی کرتا ہے اور مجلس کے پیغام کو دنیا کے کونے کونے میں پہنچاتا ہے، جس میں سیرتِ رسولِ آخرینؐ، سیرت الصحابہؓ، دینی و اصلاحی مضامین شائع کئے جاتے ہیں مرزائیت کا بھی جدید انداز میں تجزیہ کیا جاتا ہے

الحمد للہ

یہ ہفت روزہ امریکہ، برطانیہ، اسپین ماریشس، جنوبی افریقہ، سعودی عرب، نائجیریا، قطر، بنگلہ دیش، آسٹریلیا اور دنیا کے کئی دیگر ملکوں میں جاتا ہے۔

تعاون کا ہاتھ بڑھایئے

خریدار بنیئے ــــ بنایئے

اشتہارات دیجئے

مالی امداد فراہم کیجئے

جب آپ حق پر ہیں تو

آپ نے ناموسِ رسالت مآب علیہ ﷺ اور عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے کیا انتظام کیا؟
کیا یہ آپ کی ذمہ داری نہیں کہ قادیانیوں کی خطرناک سرگرمیوں کے بارے میں معلومات حاصل کریں؟
اگر ہے تو آج ہی ملّت اسلامیہ کے بین الاقوامی ہفت روزہ

ہفت روزہ
ختم نبوة

کا مطالعہ کیجئے

خوبصورت ٹائیٹل
کمپیوٹر کتابت
عمدہ طباعت

ہر جمعہ کو پابندی
سے شائع ہوتا ہے

اِنشاءاللہ اِس میں دُنیا و آخرت کا فائدہ ہے